سہ ماہی سماجی/دینی تحقیقی مجلّہ

# نورِ معرفت

جلد:۹ شمارہ:۴ مسلسل شمارہ:۴۳

اکتوبر تا دسمبر 2018ء

www.nmt.org.pk

نور الہدیٰ مرکز تحقیقات (اسلام آباد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# کلام الامام، امام الکلام

## دنیا سے پرہیز کی تاکید

أُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ وَ لَيْسَتْ بِدَارِ نُجْعَةٍ قَدْ تَزَيَّنَتْ بِغُرُورِهَا وَ غَرَّتْ بِزِينَتِهَا دَارُهَا هَانَتْ عَلَى رَبِّهَا فَخَلَطَ حَلَالَهَا بِحَرَامِهَا وَ خَيْرَهَا بِشَرِّهَا وَ حَيَاتَهَا بِمَوْتِهَا وَ حُلْوَهَا بِمُرِّهَا لَمْ يُصْفِهَا اللّٰهُ تَعَالَى لِأَوْلِيَائِهِ وَ لَمْ يَضِنَّ بِهَا عَلَى أَعْدَائِهِ خَيْرُهَا زَهِيدٌ وَ شَرُّهَا عَتِيدٌ وَ جَمْعُهَا يَنْفَدُ وَ مُلْكُهَا يُسْلَبُ وَ عَامِرُهَا يَخْرَبُ فَمَا خَيْرُ دَارٍ تُنْقَضُ نَقْضَ الْبِنَاءِ وَ عُمُرٍ يَفْنَى فِيهَا فَنَاءَ الزَّادِ وَ مُدَّةٍ تَنْقَطِعُ انْقِطَاعَ السَّيْرِ۔

یعنی: ”میں تمہیں دنیا سے خبر دار کئے دیتا ہوں کہ یہ ایسے شخص کی منزل ہے جس کے لئے قرار نہیں اور ایسا گھر ہے جس میں آب و دانہ نہیں ڈھونڈا جا سکتا۔ یہ اپنے باطل سے آراستہ ہے اور اپنی آرائشوں سے دھوکا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا گھر ہے جو اپنے رب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے۔ چنانچہ اس نے حلال کے ساتھ حرام اور بھلائیوں کے ساتھ برائیاں اور زندگی کے ساتھ موت اور شیرینیوں کے ساتھ تلخیاں غلط ملط کر دی ہیں اور (خدا نے) اپنے دوستوں کے لئے اسے بے غل و غش نہیں رکھا اور نہ دشمنوں کو دینے میں بخل کیا ہے۔ اس کی بھلائیاں بہت ہی کم ہیں اور برائیاں (جہاں چاہو) موجود۔ اس کی جمع پونجی ختم ہو جانے والی اور اس کا ملک چھن جانے والا ہے اور اس کی آبادیاں ویران ہو جانے والی ہیں۔ بھلا اس گھر میں خیر و خوبی ہی کیا ہو سکتی ہے۔ جو مسمار عمارت کی طرح گر جائے اور اس عمر میں جو زاد راہ کی طرح ختم ہو جائے اور اس مدت میں جو چلنے پھرنے کی طرح تمام ہو جائے۔“

(نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۱۱ سے اقتباس)

Declaration No: 7334
ISSN 2221-1659

سہ ماہی علمی و تحقیقی مجلّہ

# نورِ معرفت

جلد: ۹
شمارہ: ۴
اکتوبر تا دسمبر
2018ء
بمطابق
صفر المظفر
تا
ربیع الثانی
۱۴۴۰ھ

Noor-e-Marfat is indexed & Abstracted by Islamic Research Index (IRI) AIOU & HEC.

مدیر اعلیٰ
سید حسنین عباس گردیزی

مدیر
ڈاکٹر شیخ محمد حسنین

معاون مدیر
سید رمیز الحسن موسوی

مجلس نظامت

سید امتیاز علی رضوی
سرپرست اعلیٰ

سید علی مرتضیٰ زیدی
سرپرست

سید نعیم الحسن نقوی
مدیر انتظامی امور

طاہر عباس
معاون دفتری امور

بابر عباس
کمپوزنگ/ڈیزائننگ

حسین نواز
سرکولیشن منیجر

پبلشر: سید حسنین عباس گردیزی
پرنٹر: پیکٹوریل پریس آبپارہ، اسلام آباد۔

E-mail:noor.marfat@gmail.com

## مجلس ادارت

- ڈاکٹر شیخ محمد حسنین
  المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد
- ڈاکٹر علی رضا طاہر
  پنجاب یونیورسٹی، لاہور
- ڈاکٹر روشن علی
  اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، اسلام آباد
- ڈاکٹر ابوتراب
  قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد
- ڈاکٹر ساجد علی سبحانی
  المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد

## قومی مجلس مشاورت

- ڈاکٹر سید نثار علی ہمدانی
  اے۔ جے۔ کے یونیورسٹی، آزاد کشمیر
- ڈاکٹر حافظ محمد سجاد
  علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد
- ڈاکٹر کرم حسین ودھو
  ریجنل ڈائریکٹوریٹ آف کالجز (لاڑکانہ)
- ڈاکٹر قندیل عباس کاظمی
  قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد
- ڈاکٹر محمد ریاض
  بلتستان یونیورسٹی، اسکردو

## بین الاقوامی مجلس مشاورت

- ڈاکٹر سید راشد عباس نقوی
  اہل بیت یونیورسٹی تہران، ایران
- ڈاکٹر یعقوب بشوی
  جامعۃ المصطفیٰ العالمیۃ قم، ایران
- ڈاکٹر سید تلمیذ حسنین رضوی
  نیوجرسی، امریکا
- ڈاکٹر غلام حسین میر
  جامعۃ المصطفیٰ العالمیۃ قم، ایران
- ڈاکٹر سکینہ حسین
  آسٹریلیا


## رجسٹریشن

پاکستان، انڈیا: 500 روپے  مڈل ایسٹ: 70 ڈالرز  یورپ، امریکہ، کنیڈا: 150 ڈالرز

# اہل قلم سے اپیل

سہ ماہی "نور معرفت" ایک علمی و تحقیقی جریدہ ہے جس کا ہدف عامۃ الناس کے اذہان کو علم کی ضیاء پاشیوں سے منّور کرنے کے ساتھ ساتھ ملک کے اعلی تعلیم یافتہ طبقہ کی علمی پیاس بجھانا ہے۔اس جریدے میں علوم قرآن و حدیث، فقہ و اصول فقہ، کلام و فلسفہ؛ اسلامی تاریخ، تقابل ادیان، تعلیم و تدریس،ادبیات، معاشیات، عمرانیات، سیاسیات، اقبالیات، ثقافت و تمدن، قانون واصول قانون وغیرہ پر اسلامی نقطہ نظر سے مقالات کے علاوہ علمی کتابوں پر تبصرے شائع کئے جاتے ہیں۔اس مجلے کاایک اہم ہدف، علمی مراکز کے اساتذہ اور طلاب کے درمیان تحقیقی ذوق پیدا کرنااور محقق پروری ہے۔لہٰذا یہ جریدہ علماء اور دانشور حضرات کے علمی، تحقیقی مقالات سے اپنے صفحات مزیّن کرنے کی پیشکش نہیں، بلکہ اپیل کرتا ہے۔ہمیں امید ہے کہ علماء اور دانشور طبقہ اپنی گراں قدر علمی آراء، تحقیقات اور نگارشات اس مجلّہ کوارسال کریں گے۔

# مقالہ نگاروں کے لئے چند ضروری ہدایات

1. مقالات غیر مطبوعہ اور ترجیحی بنیادوں پر کمپوز شدہ )سافٹ ( ہوں۔مقالہ کی ضخامت بیس/پچیس صفحات سے زائد نہ ہو۔حواشی اور حوالہ جات کے لئے اصلی مآخذ اختیار کریں اور مضمون کے آخر میں Turabian Style میں درج ذیل ترتیب کے مطابق لکھے جائیں :

**<u>مصنف کا لقب، مصنّف کا نام؛کتاب کا نام، پبلشر کا نام؛ سن طباعت؛ جلد؛ صفحہ نمبر۔</u>**

2. مقالات میں کسی قسم کی Plagiarism یا علمی سرقت نہ ہو اور مقالات ترجیحی بنیادوں پر ایسے موضوعات پر ہوں جو ادارہ تجویز کرے۔ نیز مقالے کے کلیدی کلمات اور زیادہ سے زیادہ 150 الفاظ پر مشتمل اردو، انگریزی خلاصہ (Abstract) بھی بھیجا جائے۔

3. نور معرفت میں شائع شدہ مقالات کسی اور جگہ طبع کرانے کی صورت میں مجلّہ ہٰذا کاحوالہ دینا ضروری ہے۔

4. مدیر مجلّہ کا مقالہ نگار کی تمام آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا مجلّہ، مقالات کی ادبی، فنّی، محتوائی اور ظاہری آرائش اور عبارتوں کی تہذیب کا حق رکھتا ہے۔

5. مقالات Peer Review کے بعد ماہرین کی منظوری سے شائع کیے جائیں گے۔

6. مقالے کا ایچ ای سی کی مجوزہ روشِ تحقیق اے، پی، اے (APA) پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔

# فہرست


| نمبر شمار | موضوع | مولف | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | اداریہ | مدیر | ۵ |
| ۲ | آیت استخلاف کی اختلافی نوعیت کا تجزیاتی مطالعہ | محمد مدثر شفیق عاربی | ۷ |
| ۳ | عالم اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی تحریک کے خدّ و خال | آیۃاللہ علی رضا اعرافی | ۲۳ |
| ۴ | بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ | کوثر علی | ۳۶ |
| ۵ | نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و کردار | پروفیسر ڈاکٹر روشن علی | ۵۵ |
| ۶ | حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کی قرآنی خدمات | سید مزمل حسین نقوی | ۷۲ |
| ۷ | حضرت امام زمانہ (عج) کی حکومت کی خصوصیات | سید موسیٰ رضا نقوی | ۸۹ |
| ۸ | ETHICS AND POLITICS | ڈاکٹر کرم حسین ودھو | ۱۰۶ |

# اداریہ

بعض یورپی مفکرین کا خیال ہے کہ انسانیّت جس دَور سے گذر رہی ہے، یہ تہذیبوں کی جنگ کا دَور ہے۔ اس کے بر عکس، بعض مشرقی مفکرین کا کہنا ہے کہ یہ دور تہذیبوں کی جنگ نہیں، بلکہ گفتگو اور Dialogue کا دَور ہے۔ ہمارے خیال میں یہی رائے صائب ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسانیّت کی آخری منزل، انتشار وافتراق کی بجائے وحدت و اتحاد کی منزل ہے۔ یقیناً اسلام کی یہ تعلیمات بنی نوع بشر کے لئے نوید بخش ہیں۔ یہ انسان کی زندگی اور مستقبل پر مایوسانہ نگاہ کو امیدوارنہ نگاہ میں بدل دیتی ہیں۔ تاہم انسانوں کی وحدت واتحاد کوئی ایسی چیز نہیں جسے زبردستی ان پر تھونپا جاسکے۔ یہ وہ عمل ہے جو انسانوں کے اندر سے شروع ہوتا ہے اور انسانوں کی فکر و عقیدہ کی وحدت ،اُن کے ابدان واقوام کی وحدت کا موجب بنتی ہے۔

بنابریں، ہمیں بروقت اُس راہ پر لگ جانا چاہیے جو انسانیت کی آخری منزل کی طرف لے کر جاتی ہے اور وہ راہ، باہمی تبادلہ خیال، گفتگو اور Dialogue کی راہ ہے جس پر چلتے ہوئے لوگ ایک دوسرے کے عقائد و نظریات سے آگاہ اور درست فکر و نظر کے انتخاب میں آسودہ ہوتے ہیں۔ عالم اسلام کے اندر موجود مختلف مسالک و مکاتبِ فکر کے ماننے والے جب تک اس راستے پر نہ لگیں گے ان کے ہاں ہمیشہ تفرقہ بازی، انتشار اور دہشت گردی کی جڑیں پنپتی رہیں گی۔

الحمد للہ ! اتحاد امت کے داعی اور اسی راستے کے راہی ہونے کے ناطے مجلّہ نور معرفت نے ہمیشہ تہذیبوں اور مذاہب و مسالک کے درمیان مکالمے کے فروغ کی ترویج کی ہے۔ اس شمارے میں بھی پہلا مقالہ امت اسلام کی تقسیم و تفریق کے ایک بنیادی سبب یعنی مسئلہ خلافت وامامت پر شامل ہے۔ اگرچہ اس مقالہ کی حتمی رائے اس کے مصنف کی حتمی رائے ہے جس کے ساتھ اتفاق یا اختلاف کا حق ہر صاحب فکر وشعور کو حاصل ہے لیکن ہمارے لئے جو چیز باعث افتخار ہے وہ یہ کہ ہم ایسی فضا قائم کرنے میں پیش قدم ہیں جو نہ فقط امت مسلمہ کے مختلف مسالک کے درمیان، بلکہ اقوام عالم کے درمیان جنگ کی بجائے مکالمے کی فضا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے قارئین کی طرف سے اس اقدام کو نہایت پذیرائی حاصل ہوگی۔

مجلّہ نور معرفت کا دوسرا مقالہ بھی اِسی سلسلے کا تسلسل ہے جس میں عالمِ اسلام کی ایک جیّد شخصیت کے نظریات کی روشنی میں عالمِ اسلام کی نشأت ثانیہ کی سبیل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یقیناً یہ مقالہ بھی ہمارے قارئین کے لئے انتہائی مفید ثابت ہوگا۔ بالخصوص ایک ایسی فضا میں جب کہ چند خریدے ہوئے قلم مسلم امت کے درمیان انتشار پھیلانے کی ہر ممکنہ کوشش کر رہے ہیں، یہ مقالہ دلوں کو جوڑنے کا سبب بنے گا۔ اس شمارے کا ایک اور مقالہ بھی درحقیقت، اسی مکالمے

اور Dialogue کا تسلسل ہے۔ "امام زمانہ کی حکومت کی خصوصیات" کے عنوان کے تحت اس مقالہ میں اُس مترقی انسانی سماج اور سیاست و حکومت کے خدّوخال اجاگر کیے گئے ہیں جو انسانیّت کے کمال کی آخری منزل ہے۔ اس شمارے کے اختتام میں ایک انگریزی مقالہ بھی شامل کیا گیا ہے جو ایک کامل انسان، حضرت علی علیہ السلام کے اخلاق و سیاست کی داستان ہے۔ یقیناآپ کااخلاق اور آپ کی سیاست مسلم امّت کے لئے ایک ایسااُسوہ ہے جو اسوہ کامل یعنی نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار کی مکمل پابندی میں تشکیل پایا ہے۔ ان شاء اللہ ! یہ مقالہ بھی تعمیرِ ذات کے سوداگروں کے لئے انتہائی قیمتی متاع اور عالمِ سیاست کے سورماؤں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔

نورِ معرفت کے اس شمارہ میں "نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار" پر نہج البلاغہ کی روشنی میں ایک متین مقالہ شامل کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ ایک ایسے دَور میں انسانیّت کے کمال مطلق کی داستان پیش کرتا ہے جس میں انسانیّت وحشی پن سے کوئی زیادہ دور نہ تھی۔ آپ ﷺ نے اُس دَور میں انسانی کردار کا بے مثال نمونہ قائم فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اپنی زندگیوں کو نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار کے سانچے میں ڈھال دیں تو دنیا امن و امان اور انسانی اخوّت کا گہوارہ بن جائے۔ ہم اِس امید پر یہ مقالہ نور معرفت میں پیش کر رہے ہیں کہ اس سے ہماری عملی زندگی میں نبوی ﷺ کردار کی جھلک نظر آنے لگے۔

نور معرفت کے اس شمارہ میں ایک مقالہ "بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ" کے عنوان کے تحت پیش کیا گیا ہے۔ در حقیقت، یہ مقالہ اسلامی تعلیم وتربیت کے میدان میں ایک نشانِ راہ ہے۔ اگر اس مقالہ کے مطالب کو تعلیم وتربیت کے کسی بھی نظام کی بنیاد قرار دے دیا جائے تو یقینا اس نظام میں تربیت پانے والے طلباء انسان اور کائنات کے بارے میں انتہائی تعمیری سوچ کے حامل ہوں گے اور اُن کے رویّوں میں تسخیرِ کائنات، حقیقت پسندی، انسانی اخوّت و برادری اور Tolerance کے اعلیٰ نمونے تلاش کیا جس سکیں گے۔ مسلمان دانشوروں اور علماء کے لئے اسلامی مذاہب و مسالک کے درمیان غلط فہمیوں اور ناروا نسبتوں کو ختم کرنا بھی ایک اہم فریضہ ہے۔ اِن غلط فہمیوں میں ایک غلط فہمی مسلم امت کے ایک اہم فرقے اور مسلک کے بارے میں یہ پائی جاتی ہے کہ اس فرقے کا قرآن کریم سے رابطہ کوئی زیادہ استوار نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی قرآنی خدمات ہیں۔ اس شمارے میں ایک مقالہ "حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کی قرآنی خدمات" کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے جو صدرِ اسلام میں حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کی قرآنی خدمات کی ترجمانی کرتا اور قرآن کریم کو اتحاد امّت کی کتاب کے طور پر پیش کرتا ہے۔ انشاء اللہ نور معرفت کا یہ شمارہ ہمارے قارئین کے لئے انتہائی مفید ثابت ہوگا۔

# *AN ANALYTICAL STUDY OF THE DISPUTED NATURE OF THE VERSE OF ISTIKHALF*

By: ***Muhammad Mudasir Shafiq Arbi***

***Key words:*** *Istikhlaf, Sunni, Shia, Bani Israeel, The Divine Vow, the Rightly-guaided caliphs, the government of Mahdi.*

## *Abstract*

*Human beings have been direct to contemplate and ponder since they are provided with reason and rationality. The Difference of opinion is an inevitable outcome of this very fact. If all people had been identical in their thinking, the gate of researds would have closed. In this article, the difference between Shia and Sunni scholars on the verse of Istikhlaf of Sura Toba has been critically evaluated. It has been said about the verse that in response to a person. The Holy Prophet said, after some years every once of you will be able to live his life without Weapons and Muslims will gain domination soo; the Prophet said this is a time when Muslims were living in fear in the early ten years after the first revelation. For sover exegesists, this verse is related to the companions of the Holy Prophet who come to power with the victory of Islam. Some after exegesists have maintained that the verse is related to the era of the first four ealiph. For some other exegesists, this verse is about the govesnment of Imam Mahdi, in whese rule Islam will dominate the whole world.*

# آیت استخلاف کی اختلافی نوعیت کا تجزیاتی مطالعہ

محمد مدثر شفیق عاربی*
mudassaraarbi@gmail.com

**کلیدی کلمات**: استخلاف، اہل سنت، اہل تشیع، بنی اسرائیل، وعدہ الٰہی، خلفائے راشدین، حکومت مہدی۔

**خلاصہ**

انسان فطرت سلیم اور عقل جیسی نعمت رکھتا ہے، لہذا اُسے تفکر وتدبر کی دعوت دی گئی ہے۔ فکر وتدبر استعمال کرنے کے نتیجے میں رائے کا اختلاف ایک یقینی امر ہے۔ اگر تمام لوگ ایک ہی سوچ رکھتے تو تحقیق کا راستہ ہی بند ہو جاتا۔ اس مقالے میں شیعہ و سنی مسالک کے ہاں سورہ نور کی آیۂ استخلاف کی تفسیر میں اختلاف کا تحقیقاتی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس آیت کے متعلق آیا ہے کہ نزول وحی کے دس سال تک مسلمان خوف کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے تو اس وقت ایک شخص کے سوال پر رسول اللہؐ نے فرمایا: کچھ عرصے بعد تم سے ہر ایک شخص بغیر ہتھیاروں کے زندگی گزار سکے گا اور مسلمانوں کو بہت جلد غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ اس آیت کے ذیل میں مفسرین کی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض مفسرین کے مطابق یہ آیت اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے جو اسلام کی کامیابی کے بعد زمانہ رسولؐ میں ہی صاحب حکومت ہو گئے۔ بعض مفسرین نے اسے پہلے چار خلفاء کی حکومت کے ساتھ مختص کیا ہے تو بعض نے تمام مسلمانوں کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔ بعض مفسرین اسے امام مہدیؑ کی حکومت کی نوید قرار دیتے ہیں کہ جس میں مشرق و مغرب میں دین حق اور اسلام حکم فرما ہو گا۔

*۔ وزٹنگ لیکچرار نمل یونیورسٹی (ملتان کیمپس)/پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت سلیم پر پیدا کیا ہے اور عقل جیسی نعمت سے نہ صرف نوازا ہے بلکہ قرآن میں بہت مقامات پر انسان کو مخاطب کرکے تفکر وتدبر کے الفاظ استعمال کرکے اس نعمت کا احساس بھی دلایا ہے۔اس لحاظ سے یہ امر بھی فطرت کا حصہ ہے کہ جب لوگ کسی بھی کام میں اپنی فکر وتدبر استعمال کریں گے تو یقیناً حالات واقعات، قوت استدلال اور اجتہادی فکر وکاوش کے ایک جیسا نہ ہونے کی بناء پر اختلاف رائے لازمی امر ہوگا۔ کیونکہ ایسا ممکن نہیں ہے کہ دنیا میں رہنے والے تمام افراد جن کی رنگت مختلف، رہن سہن مختلف، گفتگو کے لب و لہجے مختلف ہوں اور ان کی سوچ ایک جیسی ہو۔اللہ نے ہر انسان کو عقل سلیم عطا کی ہے لیکن اس کا ستعمال ایک جیسا ہرگز نہیں ہے اور ویسے بھی اختلاف رائے تو گفتگو کا حسن ہے۔اگر تمام دنیا کے لوگ ایک ہی طرح سوچنے لگیں یا ایک ہی انسان کی رائے پر متفق ہو جائیں تو تحقیق اور نئی ایجادات کا راستہ تو بالکل بند ہو کر رہ جائے گا۔اس لیے اس بات کو سمجھنا ضروری ہوگا کہ اختلاف رائے بھی انتہائی ضروری امر ہے کیونکہ اس کی بناء پر کئی ایسے الجھے ہوئے مسائل کی گرہیں کھولتی ہیں جن کا حل ہونا دشوار نظر آتا ہے۔اگر ہم اپنی رائے بیان کرکے دوسروں کی رائے کا احترام کرنا سیکھ جائیں تو نہ سرف معاشرے میں امن پیدا ہو جائے بلکہ معاشرتی اسحتحکام اور بھائی چارے کی فضاء بھی قائم کی جا سکتی ہے۔اس آرٹیکل میں بھی ایک ایسے مضمون پر قلم اٹھایا جارہا ہے جو کہ مسلک اہلسنت اور مسلک اہل تشیع کے ہاں مختلف فیہ ہے۔ یہاں اس عنوان پر بات کرنا کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ دونوں مکاتب فکر کے اہل علم کی آراء سے مستفید ہونا اور بین المسالک اعتدال اور بھائی چارے کی فضا کو قائم کرنا ہے۔

سورہ نور میں آیت استخلاف کے نام سے مربوط ایک آیت موجود ہے جس میں علماء اہلسنت اور علماء اہل تشیع کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔دونوں مکاتب فکر کے مفسرین کی آراء اور تفسیری ادب کی روشنی میں اس اختلاف کی نوعیت اور مصداق کا مطالعہ کیا جائے گا۔ارشاد ربانی ہے:

وَعْدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (1)

ترجمہ: ”اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ ان کو ضرور بہ ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا

کی تھی اور ضرور بہ ضرور ان کے اس دین کو محکم اور مضبوط کردے گا جس کو اس نے ان کے لئے پسند فرمالیا ہے اور ضرور بہ ضرور ان کے خوف کی کیفیت کو امن سے بدل دے گا وہ لوگ جو میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جن لوگوں نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی لوگ فاسق ہیں۔"

## آیت کا سبب نزول:

الربیع بن انس ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں:

نزول وحی کے بعد دس سال تک آپ ﷺ خود اور آپ ﷺ کے اصحاب ؓ بھی خوف کی حالت میں رہے کبھی چھپ کر اور کبھی ظاہراً اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے پھر آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا اور وہاں بھی مسلمان خوف زدہ تھے وہ ہتھیاروں کے پہرے میں صبح اور شام گزارتے تھے۔ پھر آپ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہم پر امن اور سلامتی کا دن کب آئے گا؟ جب ہم اپنے ہتھیار رکھ سکیں گے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھوڑا عرصہ کے بعد ہی تم میں سے کوئی شخص اپنی جماعت میں بغیر ہتھیاروں کے پیر پھیلا کر بیٹھ سکے گا۔

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔اس روایت کو سیوطی صاحب نے اسباب نزول القرآن اور در منثور میں جب کہ اس کے علاوہ کئی دوسرے مفسرین نے بھی اس آیت کے ذیل میں ذکر کیا ہے(2) ابن ابی حاتم اس آیت کے شان نزول میں اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں: "سدیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حدیبیہ میں مشرکین نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے منع کردیا تو اللہ عزوجل نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کو غلبہ عطا فرمائے گا۔" (3)

ایک دوسری روایت میں مقاتل بن حیان بیان کرتے ہیں کہ بعض مسلمانوں نے کہا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو مکہ میں کب فتح عطا فرمائے گا اور ہمیں کب زمین میں امن نصیب ہوگا اور ہم سے کب مصائب دور ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کے مخاطب نبی ﷺ کے اصحاب ہیں۔(4)

مفتی محمد شفیع صاحب اس بابت لکھتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا کہ آپ کی امت کو زمین کے خلفاء اور حکمران بنایا جائے گا اور اللہ کے پسندیدہ دین کو غالب کیا جائے گا اور مسلمانوں کو اتنی قوت و شوکت دی جائے گی کہ ان کو دشمنوں کا کوئی خوف نہ رہے گا۔اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ اس طرح پورا فرمادیا کہ خود آنحضرت ﷺ کی عہد مبارک میں مکہ، خیبر، بحرین اور پوراجزیرۃ العرب اور پورا ملک یمن آپ ﷺ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ ہجر کے مجوسیوں سے ملک شام کے بعض اطراف سے آپ ﷺ نے جزیہ وصول فرمایا اور شاہ روم ہرقل نے اور شاہ مصر واسکندریہ مقوقس اور شایان عمان اور بادشاہ حبشہ نجاشی وغیرہ نے آنحضرت ﷺ کو ہدایا بھیجے اور آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم کی۔

پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے تو وفات کے بعد جو کچھ فتنے پیدا ہوگئے تھے ان کو ختم کیا اور بلاد فارس اور بلاد شام ومصر کی طرف اسلامی لشکر بھیجے بصرہ اور دمشق آپ ہی کے زمانہ میں فتح ہوئے اور دوسرے ملکوں کے بھی بعض حصے فتح ہوئے۔ صدیق اکبرؓ کی وفات کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اپنے بعد عمرؓ خطاب کو خلیفہ بنانے کا الہام کیا۔ وہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے نظام خلافت ایسا سنبھالا کہ آسمان سے انبیاءؑ کے بعد ایسا نظام کہیں نہ دیکھا ہوگا۔ ان کے دور میں ملک شام پورا فتح ہوگیا۔اسی طرح ملک مصر اور ملک فارس کا اکثر حصہ انہیں کے زمانے میں قیصر وکسریٰ کی قیصری اور کسروی کا خاتمہ ہوا۔اس کے بعد خلافت عثمانی کا وقت آیا تو اسلامی فتوحات کا دائرہ مشارق و مغارب تک وسیع ہوگیا۔ بلاد مغرب، اندلس، اور قبرص تک اور مشرق اقصیٰ میں بلاد چین تک اور عراق، خراسان سب آپ کے زمانے میں فتح ہوئے۔

اس کے بعد مفتی صاحب صحیح حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے پوری زمین کے مشارق ومغارب سمیٹ کر دکھائے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ خلافت عثمانیہ میں پورا کردیا گیا۔(5)

پیر کرم شاہ الازہری بھی اوپر بیان کردہ تفصیل سے ملتی جلتی گفتگو کے بعد لکھتے ہیں کہ کوئی منصف اور حق پسند انسان تاریخ کے یہ نہ مٹنے والے حقائق دیکھنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں ہوا۔(6) حضرت عدی بنؓ حاتم سے مروی ہے کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر تھا کہ ایک صحابی حاضر ہوا اور اس نے فقروفاقہ کی شکایت کی دوسرا آیا اس نے رہزانوں کی دست درازیوں کا شکوہ کیا حضور ﷺ نے فرمایا اے عدیؓ کیا تو نے حیرہ کا شہر دیکھا ہے؟میں نے عرض کیا مجھے دیکھنے کا موقع نہیں ملا لیکن

میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں سنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تیری زندگی دراز ہوئی تو دیکھے گا ایک عورت اونٹنی پر سوار ہو کر حیرہ سے روانہ ہوگی اور آکر کعبہ کا طواف کرے گی اور خدا کے بغیر اس کو کسی کا ڈر نہیں ہوگا میں دل میں خیال کرنے لگا بنی طے قبیلہ کے قزاق اور راہزن کہاں چلے جائیں گے؟ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اے عدی تم کسریٰ کے خزانوں کو فتح کروگے میں نے عرض کیا: کیا کسریٰ ابن ہرمز یعنی شہنشاہ ایران۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہی کسریٰ بن ہرمز۔ حضور نے فرمایا تم دیکھوں گے لوگ ہاتھوں میں سونا اور چاندی لیے ہوئے کسی غریب کی تلاش میں پھر رہے ہوں گے۔ لیکن مملکت اسلامیہ میں انہیں کوئی غریب نہیں ملے گا۔ عدی کہتے ہیں میں نے حیرہ سے اونٹنی پر سوار ہو کر آنے والی عورت کو بھی کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور میں خود ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کیے تھے۔ (7)

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں کہ:

مجموعی طور پر وہی نتیجہ نکلتا ہے جس میں مسلمانوں کو تین خوشخبریاں دی گئی ہیں۔ (وہی خوشخبریاں جو مفتی محمد شفیع صاحب نے بیان کی ہیں) لیکن آیت اللہ مکارم شیرازی نے "کما استخلف الذین من قبلھم" کی تفسیر میں مفسرین کی آراء کا ذکر کیا ہے۔ بعض اسے آدم و سلیمان وداوٗد کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ سورۃ البقرہ میں حکم آیا ہے: "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" (8) ترجمہ: "میں زمین میں اسے خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔"

حضرت داوٗد کے بارے میں فرمایا: یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (9) ترجمہ: "اے داوٗد ہم نے تجھے خلیفہ بنایا ہے۔"

اوراسی طرح بعض دوسرے مفسرین جیسا کہ علامہ طباطبائی اس معنی کو بعید سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک "الذین من قبلھم" کو انبیاء کے شایان شان نہیں سمجھا۔ کیونکہ اس طرح کے الفاظ قرآن میں انبیاء کے بارے میں استعمال نہیں ہوتے اس لئے علامہ صاحب اسے گزشتہ امتوں کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں جو ایمان و عمل صالح کی حامل تھیں اور انہیں زمین پر حکمرانی حاصل تھی۔

لیکن بعض دیگر مفسرین کا نظریہ یہ ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کے اقتدار کی تباہی کے بعد وہ حکمران ہوئے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا" (10)

ترجمہ: ''ہم نے (بنی اسرائیل کے مومنین) کمزور کردہ لوگوں کو اس زمین کے مشارق ومغارب کا وارث بنادیا کہ جسے ہم نے پُربرکت بنایا ہے۔''

اس تفسیر کے بعد جناب مکارم شیرازی اپنا نقطہ نظر اور اس پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہ ٹھیک ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں بھی غلط اور فاسق بلکہ بعض کافر لوگ بھی تھے۔ لیکن حکومت بہرحال صالح مومنین کے ہاتھ میں تھی۔ اسی لحاظ سے اس تفسیر میں پایا جانے والا اعتراض دور ہوجاتا ہے اور یہ تیسری تفسیر ہمیں مفہوم کے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے۔"(11)

## آیت استخلاف سے خلفاء اربعہ پر استدلال:

اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت کا اصل مصداق کون ہے۔ جس میں خاص طور پر علماء اہلسنت اور علماء اہل تشیع کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کی دلیل ہے کیونکہ جو پیش گوئی فرمائی گئی وہ بالکل اسی طرح پوری ہوئی اسی طرح یہ آیت خلفاء اربعہ کے خلافت کے حق و صحیح اور مقبول عنداللہ ہونے کی بھی دلیل ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے جو وعدہ فرمایا تھا۔ اسی کا پورا پورا ظہور اس زمانے میں ہوا (جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے)۔(12) ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہ سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب ہیں۔(13)

اسی طرح حضرت سفینہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ: قال: قال رسول اللہ ﷺ: خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم یؤتی اللہ الملک اوملکه من یشاء، قال سعیه: قالی لی سفینه: امسک علیک ابابکر سنتین، وعمر عشراً، عثمان اثنی عشر، وعلی کذا''(14)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں خلافت تیس سال رہے گی پھر اس کے بعد ملوکیت آجائے گی۔ سعید بن جمہان نے کہا مجھ سے حضرت سفینہؓ نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت، حضرت عمرؓ کی خلافت، حضرت عثمانؓ کی خلافت اور حضرت علیؓ کی خلافت کو گنو۔ ہم نے ان کا میزان کیا تو وہ تیس سال تھے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ

"اس آیت سے بکثرت علماء نے خلفاء اربعہؓ کی خلافت کے برحق ہونے پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو خلافت عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا جو آپ ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے۔ ان کے دین کو اقتدار عطا کرنے کا اور دشمنوں سے ان کو امن عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونا ضروری ہے اور یہ مجموعہ (خلافت، دین کا اقتدار اور دشمنوں سے امن) صرف خلفاء اربعہ کے عہد میں حاصل ہوا ہے۔ سو ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بنانے سے برحق خلیفہ تھا۔"(15)

آیت کی تفسیر میں آیت اللہ شیرازی لکھتے ہیں کہبعض مفسرین نے چار خلفاء کی حکومت کی طرف اشارہ قرار دیا ہے۔(16) مکارم شیرازی نے یہ ذکر مختلف مفسرین کے اقوال کو ذکر کرنے کے دوران کیا ہے کہ بعض کا یہ خیال بھی ہے۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ: "اگر اس آیت کا مصداق امام مہدی ہیں تو کیا چودہ سو برس پوری امت ذلت ورسوائی میں رہے گی اور قرب قیامت میں جو چند روز کی ان کو حکومت ملے گی وہی حکومت اس وعدہ سے مراد ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے جن شرائط ایمان وعمل صالح کی بنیاد پر کیا تھا وہ شرائط بھی انہیں حضرات (خلفاء اربعہ) میں سب سے زیادہ کامل ومکمل تھیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورے کا پورا انہیں حضرات کے دور میں ہوا۔ نہ ان کے بعد ایمان وعمل کا وہ درجہ رہا نہ خلافت وحکومت کا وہ وقار کبھی قائم رہا۔(17)

## آیت استخلاف سے امام مہدی کی خلافت پر استدلال:

امام طبرسی لکھتے ہیں:

''علی بن حسین انه قرأ الایة وقال هم والله شیعتنا اهل البیت یفعل الله ذلک بهم علی یدی رجل منّاوهو مهدی هذه الامة وهوالذی قال رسول اللهﷺ لولم یبق من الدنیا الایوم واحد لطول الله ذلک الیوم حتی

یلي رجل من عترتی اسمه اسمی یملأ الارض عدلا وقسطا کما ملئت ظلماً وجوراً''(18)

یعنی: "حضرت علی بن حسینؑ نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا اللہ کی قسم اس سے مراد ہمارے شیعہ اہل بیت ہیں۔ ہم میں سے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ خلافت دے گا اور وہ اس امت مہدی ہیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر دنیا کی بقاء میں سے صرف ایک دن رہ جائے تو اللہ اس دن کو طویل

کردے گا۔ حتیٰ کہ میری اولاد سے ایک شخص والی ہوگا اور وہ اس دنیا کو عدل وانصاف سے بھردے گا۔ جیسا کہ پہلے یہ دنیا ظلم اور ناانصافی سے بھری ہوئی تھی۔"

ابو جعفر عبداللہؑ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ لہٰذا اس آیت میں مومنین صالحین سے مراد نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت ہیں اور یہ آیت ان کے لئے خلافت، شہروں پر اقتدار اور مہدی کی امت کے وقت ان سے خوف کے زائل ہونے کی بشارت کو ضمن میں لیے ہوئے ہے۔(19)

علامہ محمد حسین الطباطبائی لکھتے ہیں:

اس آیت میں جس خلافت، زمین پر اقتدار اور خوف کے بعد امن کی بشارت دی گئی ہے وہ ابھی تک حاصل نہیں ہوئی وہ اس وقت حاصل ہوگی جب حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ کا ظہور ہوگا اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر اس آیت کریمہ کی کیا توجیہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وعدہ مستقبل میں پورا ہوگا ہر چند کہ ابھی تک پورا نہیں اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

''فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ لِيَسُوۡٓءٗا وُجُوۡهَكُمۡ''(20)

ترجمہ: ''پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا (تو ہم نے دوسرے لوگوں کو بھیج دیا) تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں۔''

اب جن یہودیوں سے وعدہ کیا گیا تھا وہ اس وعدے کے پورے ہونے تک زندہ نہیں رہے تھے۔ اسی طرح اس آیت میں جن مومنین صالحین سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی اس وقت تک زندہ نہیں رہیں گے۔ جب حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ کا ظہور ہوگا اور ان کو خلافت، زمین پر اقتدار اور خوف کے بعد امن عطا کر کے اس وعدہ کو پورا کیا جائے گا۔(21)

شیخ طوسی لکھتے ہیں:

اس آیت میں جس استخلاف اور اقتدار عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی حاصل تھا جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا آپ ﷺ کے پیغام اور آپ ﷺ کے دین کو غلبہ عطا فرمایا اور اسلام کو پھیلا دیا تو یہ وعدہ پورا ہو گیا اور ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے دین کو سربلند نہیں کیا۔ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ کہا ہے

کہ اس سے مراد مہدیؑ ہے۔ کیونکہ وہ خوف اور ڈر کے بعد ظاہر ہوں گے اور مغلوب ہونے کے بعد ظاہر ہوں گے۔(22)

علامہ حسین بخش لکھتے ہیں کہ

جس طرح گزشتہ امتوں میں خدا نے صرف ان لوگوں کو خلافت دی جو اس کے اہل تھے اسی طرح اب بھی وہی اہل کا انتخاب کرے گا۔ چنانچہ اللہ نے آدمؑ، داؤد، سلیمانؑ کو نامزد کیا اور اسی طرح آلِ ابراہیم کے اصطفا کی خبر دی۔ پس اب بھی زمین کی حکمرانی اور اس پر مکمل تسلط کے لئے مہدی کو بھیجے گا اور عترت نبویہ ﷺ کے اس متفقہ فیصلے کے علاوہ یہ قرینہ بھی صاف واضح ہے کہ گزشتہ خلافتوں کے دور میں بھی کبھی امن قائم نہ ہو سکا اور نہ دین اسلام کو صحیح تمکن و تسلط حاصل ہو سکا اور چونکہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ پس معلوم ہوا ابھی تک آیت مجیدہ کی تاویل کے ایام باقی ہیں۔(23)

تفسیر صافی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے: "یعنی: مفضل کا کہنا ہے کہ میں نے پوچھا: اے فرزند رسولخدا ان ناصبیوں کا گمان ہے کہ یہ آیت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور حضرت علیؑ کے بارے میں اتری ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا خدا ناصبیوں کو ہدایت نہ کرے۔ خدا اور رسول ﷺ کے پسندیدہ دین اسلام کو اس امت میں کب تمکن نصیب ہوا ہے اور ان کے دلوں سے خوف وہراس کب ختم ہوا ہے اور ان کے سینوں سے شکوک و شبہات کب دور ہوتے ہیں۔"(24)

حضرت مقداد بن اسودؓ بیان کرتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زمین پر کوئی پتھروں کا یا مٹی کا مکان باقی نہیں بچے گا اور نہ کوئی خیمہ رہے گا۔ مگر اللہ اس میں کلمہ اسلام کو داخل کردے گا۔ کسی غالب کو غلبہ دے کر یا کسی ذلیل کو پست کرکے، جو غالب ہوں گے ان کو اہل اسلام سے کردے گا اور جو کمزور ہوں گے ان کو مسلمان کے تابع کردے گا۔(25)

نواب صدیق بن حسن قنوجی لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام امت کو زمین میں خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابہ کے ساتھ خاص ہے اور اس اختصاص پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ ایمان اور اعمال صالحہ کی صفات صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔ بلکہ اس امت کے ہر اس فرد کے لئے اس خلافت کا حصول ممکن ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور

اس کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرتا ہو اور اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہو۔ خلفاء اربعہ یا مہاجرین کے ساتھ مخصوص کرنا علماء کا قول بہت بعید ہے۔(26)

آیت اللہ شیرازی لکھتے ہیں کہ

1. بعض نے اسے اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ مخصوص سمجھا ہے کہ اسلام کی کامیابی کے باعث وہ زمانہ رسول ﷺ میں وہ صاحب حکومت ہو گئے۔
2. بعض نے پہلے چار خلفاء کی حکومت کی طرف اشارہ کیا ہے۔
3. بعض نے اس کا تمام مسلمانوں کو مصداق قرار دیا ہے کہ جن میں یہ صفات موجود ہوں۔
4. بعض نے اسے حکومت مہدیؑ کی طرف اشارہ سمجھا ہے کہ عالم کے مشرق و مغرب جن کے زیر نگین ہوں گے دین حق ہر جگہ حکم فرما ہوگا۔ بدامنی، خوف وہراس اور جنگ وجدل کا خاتمہ ہو جائے گا اور تمام لوگ شرک سے پاک عبادت بجالائیں گے۔

مزید لکھتے ہیں کہ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ یہ آیت ابتدائی مسلمانوں کے لئے ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت مہدی کی حکومت بھی اس آیت کا مصداق کامل ہے۔ تمام مسلمان چاہے سنی ہوں یا شیعہ اس بات کے معتقد ہیں کہ حضرت مہدی کی حکومت جب دنیا ظلم وجود سے بصر ہو چکی ہو گی تو اسے عدل وانصاف سے معمور کر دے گی۔ مختصر یہ کہ جس زمانے میں بھی مسلمانوں کے درمیان ایمان اور عمل صالح کی بنیادیں مستحکم ہوں گی وہ ایک موثر حکومت کے مالک بن جائیں گے۔(27)

میری ذاتی رائے بھی مکارم شیرازی کی اس آخری عبارت کی تصدیق کرتی ہے۔ کہ اس کی عملی شکل چاہے تو خلفاء راشدینؓ کا دور ہو یا آنے والا حضرت مہدیؑ کا دور ہو، تمام ادوار پر اس کا اطلاق کرنا اعجاز قرآن کا ایک خوبصورت پہلو ہے۔

بہر حال دونوں مکاتب فکر اپنے نقطہ نظر کے دلائل رکھتے ہیں۔

اگر خلفاء راشدین کے حالات واقعات اور احادیث مبارکہ کو خاص طور پر حضرت عدیؓ کی روایت کو دیکھا جائے تو یہ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی شیخین کے دور میں پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ ہر طرف مکمل امن، دین کا غلبہ، حالانکہ کفار و غیر مسلمین تھے لیکن مسلمانوں کے تابع تھے اور ایک مستحکم خلافت کا دور تھا۔

انوار البیان میں لکھا ہے کہ آیت شریفہ میں "منکم" جو وارد ہوا ہے جس میں حضرات صحابہ کرامؓ کو ہی مخاطب کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اور کسی جگہ "الذین امنوا" اور "عملو الصالحات" کے درمیان لفظ "منکم" وارد نہیں ہوا۔ جبکہ وعدہ استخلاف کے بیان میں یہ لفظ آیا ہے(28)

اور اسی دلیل کو علامہ غلام رسول سعیدی نے بھی بیان کیا ہے کہ اس آیت میں خلافت، زمین پر اقتدار اور امن عطا کرنے کا وعدہ ان مومنین وصالحین سے کیا گیا ہے جو عہد رسالت میں حاضر اور موجود تھے اور امام مہدی تو ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے۔ دوسری بات لکھتے ہیں کہ یہ وعدہ مومنین کی جماعت سے ہے۔ جب کہ امام مہدی ایک فرد ہیں ان پر جمع کا اطلاق صحیح نہیں ہے اور خلفاء ثلاثہ پر جمع کا اطلاق صحیح ہے۔(29) مکارم شیرازی لکھتے ہیں:

بعض کہتے ہیں کہ "ارض" لفظ مطلق ہے اور اس سے ساری زمین میں مراد ہے اور یہ امر امام مہدی کی حکومت سے مربوط ہے۔ یہ دعویٰ "کما استخلف" کے جملے سے مناسبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ گزشتہ مومنین کی حکومت مسلماً ساری دنیا پر محیط نہ تھی۔(30) اور اگر دوسری طرف دیکھا جائے تو یہ بھی حقیقت ہے کہ انبیاء کی تمام زحمتوں اور تبلیغوں کا ماحصل اور کامل نمونہ ایک دور میں دوبارہ ظاہر ہوگا۔ چاہے وہ پہلی دفعہ ہو (اہل تشیع کے مطابق) یا پہلے ہو چکا ہو (اہل سنت کے مطابق) وہ دور امام مہدی ہوگا۔

## امام مہدی احادیث کی روشنی میں (علماء اہلسنت کی کتب سے)

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ:

"عن ابی سعید خدریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ المھدی من ااھل البیت اشم الانف اقنی اجلی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جوراوظلما یعیش ھکذا ولبسط یسارہ واصبعین من یمینہ المسجہ والابھام

وعقد ثلاثہ" (30)

یعنی: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہدی میری نسل سے ہوں گے ان کی ناک ستواں وبلند اور پیشانی روشن اور نورانی ہوگی۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح ظلم وزیادتی سے بھر گئی ہوگی اور انگلیوں پر شمار کرکے بتایا کہ سات سال تک زندہ رہیں گے۔"

ایک دوسری روایت میں حضرت علیؑ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لو لم یبق من الدھر الا یوم بعث اللّٰہ رجلا من اھلبیت یملأھا عدلا کما ملئت جورا'' یعنی: "اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے گا اللہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو پیدا فرمائے گا جو دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوگی۔"

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے: ''عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ لولم یبق من الدنیا الالیلۃ لطول اللّٰہ تلک لیلۃ حتی یملک رجل من اھل بیتی یواطی، اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی، یملوھا قسطاو عدلا کما ملئت ظلما وجوراً، ولقسمالمال بالسویہ، ویعمل اللّٰہ الغنیٰ فی قلوب ھذہ الامۃ، فیمکث سبعا اوتسعا، ثم لاخیر فی عیش الحیاۃ بعد اعھدی۔ (31) یعنی: "کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر دنیا میں صرف ایک رات ہی باقی رہ گئی تو بھی اللہ رب العزت اس رات کو لمبا فرمادے گا۔ یہاں تک کہ میری اہل بیت میں سے ایک شخص بادشاہ بنے گا جس کا نام میرے نام اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا۔ وہ زمین کو عدل سے لبریز کردیں گے جس طرح وہ ظلم وزیادتی سے بھری ہوگی۔ وہ مال کو برابر تقسیم کریں گے اور اللہ رب العزت اس امت کے دلوں میں غنا رکھ دے گا۔ وہ سات یا نو سال رہیں گے پھر مہدی کے بعد زندگی میں کوئی خیر باقی نہیں رہے گی۔"

یہ کچھ احادیث نمونے کے طور پر علماء اہلسنت کی کتب سے بیان کی ہیں ورنہ اہلسنت کی کتب امام مہدی کی آمد، ان کے نظام اقتدار، ان کی شکل وصورت، پہچان، خلافت کی پیش گوئیوں سے بھری پڑی ہیں۔ اوراسی طرح فقہ جعفریہ میں بھی امام مہدی کی آمد اور حالات پراحادیث مبارکہ اور دلائل کے انبار موجود ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے

## خلاصہ بحث:

بہر حال وہ دور (امام مہدی) بھی ایک ایسا دور ہوگا جس کو اس آیت کی عملی شکل کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس دور میں بھی اس آیت میں پائی جانے والی خصوصیات کا عملی نمونہ نظر آتا ہے اور یقیناً اللہ مغلوب مسلمانوں کو اس وقت بھی طاقت اور بادشاہت عطا فرمائے گا جس میں ہر طرف سکون اور اطمینان نظر آئے گا جیسا کہ خلفائے اربعہ کے ادوار میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ کیا چودہ سو سال امت اس

وعدے کے بغیر چلتی رہی ہے؟ تو ہر گز نہیں۔ تو خلفائے اربعہ کا دور ایک نایاب دور تھا جس کی حقیقت کو جھٹلانا بھی فطرت سلیم کے خلاف ہوگااور یقیناًاس بات کو قبول کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ امام مہدی کے دور میں بھی مسلمانوں کو ایسا ہی لازوال اقتدار حاصل ہوگا جس کا ذکر آیت میں موجود ہے۔ تو دونوں مکاتب فکر کی آراء اور دلائل کی روشنی میں ایسا کہنا کسی قدر غلط نہ ہوگا کہ خلفائے اربعہ کا دور بھی یقیناًاس آیت کا مظہر نظر آتا ہے اور دوبارہ امام مہدی کا دور بھی اس آیت کا مصداق نظر آئے گا۔

*****

# حوالہ جات


1 ۔النور: ۵۵: ۲۴

2۔(i) سیوطی، جلال الدین، علامہ، اسباب نزول القرآن، رقم الحدیث، 646، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

(ii) سیوطی، جلال الدین، علامہ، الدرالمنثور، 6/198، مطبوعۃ دارالفکر، بیروت

(iii) الازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، 3/338، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

(iv) عاشق الٰہی، مولانا، انوارالبیان، 4/110، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی

(v) مفتی محمد شفیع، علامہ، معارف القرآن، 6/439، ادارہ معارف القرآن، کراچی

(vi) مکارم شیرازی، ناصر، آیت اللہ، تفسیر نمونہ، 8/289 (مترجم: سید صفدر حسین نجفی) مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور

(vii) بغوی، حسین بن مسعود، امام، معالم التنزیل، 3/353، داراحیاء التراث العربی، بیروت

3۔ابی حاتم، محمد بن ادریس، امام، تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث، 14759، مطبوعہ مکتبہ نزاد مصطفیٰ، مکہ مکرمہ

4۔ایضاً، رقم الحدیث، 14761

5۔(i) مفتی محمد شفیع، علامہ، معارف القرآن، 6/40-439

(ii) ابن کثیر، الوالفداء، حافظ، تفسیر ابن کثیر، 3/595، دارالفکر، بیروت

6۔الازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، 3/338

7۔(i) بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الصحیح البخاری، رقم الحدیث، 3595، دارالسلام، ریاض

(ii)ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام، سنن ترمذی، رقم الحدیث، 2415، دارالسلام، ریاض
(iii)ابن ماجہ، محمد بن یزید، امام، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث، 1843 دارالسلام، ریاض
(iv)القشیری، مسلم بن حجاج، امام، الصحیح المسلم، رقم الحدیث، 1014 دارالسلام، ریاض
8۔القرآن: البقرۃ: ۳۰
9۔القرآن: ص: ۲۶
10۔القرآن: الاعراف: ۱۳۷
11۔مکارم شیرازی، ناصر، آیت اللہ، تفسیر نمونہ، 8/291
12۔ مفتی محمد شفیع، علامہ، معارف القرآن، 6/441
13۔ابی حاتم، محمد بن ادریس، امام، تفسیر ابن ابی حاتم، رقم الحدیث، 14760
14۔(i) ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام، سنن ترمذی، رقم الحدیث، 2226
(ii)ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث، 4646 دارالسلام، ریاض
(iii)طبرانی، سلیمان بن احمد، امام، المعجم الکبیر، رقم الحدیث، 136
(iv) مفتی محمد شفیع، علامہ، معارف القرآن، 6/440
15۔آلوسی، سید محمود، علامہ، روح المعانی، 18/301، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، 1417ھ
16۔مکارم شیرازی، ناصر، آیت اللہ، تفسیر نمونہ، 8/292
17۔ مفتی محمد شفیع، علامہ، معارف القرآن، 6/441
18۔ (i)ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام، سنن ترمذی، رقم الحدیث، 2231
(ii) مکارم شیرازی، ناصر، آیت اللہ، تفسیر نمونہ، 8/292
19۔طبرسی، فضل بن حسن، شیخ، مجمع البیان، 7/240، دارالکتب العلمیہ، بیروت
20۔القرآن: بنی اسرائیل: ۷
21۔الطباطبائی، محمد حسین، سید، المیزان فی تفسیر القرآن، 15/168، مطبوعہ دارالکتب اسلامیہ، تہران، 1397ھ
22۔طوسی، محمد بن حسین، شیخ، التبیان فی تفسیر القرآن، 7/456، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت
23۔ حسین بخش، علامہ، انوارالنجف، 10/153، مکتبہ انوار نجف، ضلع بھکر
24۔کاشانی، محسن فیض، علامہ، تفسیر صافی، 3/446، دارالمرتضی مشہد، ایران
25 ۔(i)احمد بن حنبل، امام، المسند، 6/4
(ii) کاشانی، محسن فیض، علامہ، صافی، 3/447

(iii)ایضاً،البحرانی، ہاشم، سید،البرہان،5/415
26۔ قنوصبی، حسن بن علی، نواب، فتح البیان، 4/612، مطبوعہ الکتب العلمیہ، بیروت، 1420ھ
27۔ مکارم شیرازی، ناصر، آیت اللہ، تفسیر نمونہ، 8/292
28۔ عاشق الٰہی، مولانا،انوار البیان، 4/113
29۔ سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، 8/178، فرید بک سٹال، لاہور
30۔ مکارم شیرازی، ناصر، آیت اللہ، تفسیر نمونہ، 8/292
31 ۔ حاکم، محمد بن عبداللہ، امام، المستدرک، رقم الحدیث،8670، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت
(i)98ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث4283
(ii)ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، امام، المصنف، رقم الحدیث،37648

***THE FEATURES OF THE MOVEMENT OF RENAISSANCE IN ISLAMIC WORLD***

By: ***Ayotllah Ali Reza Aarafi***
Trans: ***Dr. Sheikh Muhammad Hassnain***

***Key words****: Islamic world, Renaissance, Islamic, Civilization, Unity, Law, Sharia, Judlciary, International Relations.*

## *Preface:*

*In February 2019, Ayaatullah Muhammad Reza Ierafi visited Pakistan. He is the former head of Al-Mustafa International University Currently, he is a member of the said University's shura-ye Ali. He is also the head of the educational system of seminvies and the deputy Juma Prayer Leader of Qom. His high academic status can be guessed by the fact that he has been Ijtihad; lessons on teching jurisprudential issues of teaching and upinging for sixteen years. He visted many institutes in Pakistan and called on many pironment figures of institute of policy studies. The Islamic Ideological council, Jamia Al-Kawthar, Jamia Ashrafia, Jamia Al-Muntazar, Jamia Urwat-ul-Wothqa, Jamia Naimiyah, Mansora, Punjab University, Qalm Dost, Ummat-e-Wahida, Lahore Bar Association and Ittihad-eTanzemat-eMadaris. He hightghted the features of Islamic Renaissance in his dicussions with Prof Khalid-ul-Rahman, Qibla Ayaz, Shaikh Muhsin Najafi, Hafiz Fazal Al-Rahim, Hafiz Syed Riaz Hussain Najafi, Mufti Munibur Rahman, Mawlana Siraj-ul-Haq and other members and students of many institutions. In his urtide, his statemnts have been presented in an exmpiled way.*

# عالم اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی تحریک کے خدّوخال

آیۃ اللہ علی رضا اعرافی
ترجمہ وتدوین : ڈاکٹر شیخ محمد حسنین
Sheikh.hasnain26060@gmail.com

**کلیدی کلمات :** عالم اسلام، نشأۃ ثانیہ، اسلامی تمدن، وحدت، قانون، شریعت، عدلیہ، بین الاقوامی روابط۔

**مقدمہ :**

فروری 2019 میں حضرت آیۃ اللہ محمد رضا اعرافی نے پاکستان کا دورہ کیا۔آپ المصطفیٰ انٹرنیشنل یونی ورسٹی کے سابقہ سربراہ اور اس یونی ورسٹی کی شورائے عالی کے ممبر، نیز ایران میں دینی مدارس کے تعلیمی نظام کے سربراہ اور قم کے علی البدل امام جمعہ ہیں۔آپ کی علمی صلاحیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ عرصہ سولہ سال سے تعلیم وتربیت کے فقہی مسائل پر اجتہادی درس پڑھا رہے ہیں۔آپ نے پاکستان میں کئی اداروں کا دورہ کیا اور Institute of Policy Studies، اسلامی نظریاتی کونسل، جامعۃ الکوثر، جامعہ اشرفیہ، جامعہ المنتظر، جامعہ عروۃ الوثقی، جامعہ نعیمیہ، منصورہ، پنجاب یونی ورسٹی، قلم دوست، امت واحدہ، لاہور بار ایسوسی ایشن اور اتحاد تنظیمات مدارس کے علماء، پروفیسرز، دانشوروں، صحافیوں، وکلاء اور بعض جسٹس صاحبان کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔پروفیسر خالد الرحمٰن، قبلہ ایاز، علامہ شیخ محسن نجفی، حافظ فضل الرحیم، علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی، مفتی منیب الرحمٰن، سینٹر سراج الحق اور کئی اداروں کے طلباء اور ممبران سے گفتگو میں عالمِ اسلام کی نشأت ثانیہ کی تحریک کے خدّوخال اجاگر کیے۔اس مقالہ میں اس سلسلے میں آپ کے بیانات وارشادات کو مدوّن صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔

## اسلامی تمدن کے احیاء کے لئے ناگزیر اقدامات

اگر مسلم امت اسلامی تمدن کا احیاء چاہتی ہے تو اُسے درج ذیل اقدامات اٹھانا ہوں گے :

1) اسلامی فقہ اور قانون سازی کی تکمیل، نیز فقہ اور قانون میں نئی مباحث اور ابواب کا اضافہ۔

2) Humanities اور Sociology جیسے علوم میں پیشرفت اور رہبرانہ کردار۔

3) سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں محنت و مشقت اور علم و دانش کی نئی چوٹیاں سر کرنا۔

4) مسلمان ممالک کے انفراسٹرکچر کی مضبوطی اور تمام شعبوں میں تعمیر و ترقی ۔

5) امت کی وحدت اور اسلامی تشخص کی طرف بازگشت ہے۔

## انسانی اور اجتماعی علوم

Humanities اور Sociology جیسے علوم جو انسانی معاشروں پر حکمرانی کا وسیلہ ہیں، ان میں پیشرفت کے لئے درج ذیل نکات کا خیال رکھنا ہوگا:

1. انسانی اور اجتماعی علوم کی Islamization کے لئے یہ تحقیقی کام انجام دینا ہوگا کہ انسانی علوم کی مبادی و مبانی میں اسلام کی کیا فلسفی نگاہ ہے؟

2. اس تحقیق میں یہ دیکھنا ہوگا کہ انسانی اور اجتماعی علوم کے شعبوں میں کیا کیا نئے سوالات درپیش ہیں اور عصر حاضر کے ان سوالات کا جواب اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کیا ہے؟

3. انسانی اور اجتماعی علوم کی تولیدات کیا ہیں اور ان کی اسلامی علوم اور اسلامی مبانی پر کیسے تطبیق ممکن ہے۔

4. اسلامی فقہ، شریعت، کلام، حدیث اور تفسیر کی سرحدوں کو وسعت عطا کرنے کی ضرورت ہے اور اس میدان میں دنیا کے انسانی اور اجتماعی علوم کے ماہرین کی آراء و نظریات اور ان کی Approach سے بھرپور استفادہ کرنا ہوگا۔ Humanities اور Sociology کے حوالے سے یورپی مفکرین نے جو کام کیا ہے اُسے نہ تو افراط مطلق کا شکار ہوتے ہوئے مطلّقا رد کرنا ہوگا اور نہ ہی آنکھیں بند کرتے ہوئے مطلّقا قبول کرنا ہوگا

بلکہ Refine کرنا ہوگا۔ یعنی ان علوم پر اس طرح کا تحقیقاتی کام انجام دینا ہوگا اور اس تحقیقاتی کام میں درج ذیل امور کا خیال رکھا جائے:

- ✓ اسلامی مذاہب کا تطبیقی مطالعہ اور مذکورہ بالا موضوعات پر تحقیقات پیش کرتے وقت مختلف اسلامی مذاہب کے نکتہ نظر کو پیش کرنا اور کسی ایک فرقے اور مسلک کی ترجمانی سے احتراز۔
- ✓ یورپ میں Law & Rights پر انجام دیے گئے تحقیقاتی کام کا مطالعہ اور اس حوالے سے اسلامی تعلیمات اور اسلامی فقہ کی برتری کو تحقیق کے ذریعے ثابت کرنا۔
- ✓ قرآن و حدیث پر تحقیقات میں جدید شعبوں کا اضافہ۔ مثال کے طور پر قرآن اور طبیعت، قرآن اور سیاست، قرآن اور اقتصاد، قرآن اور سماجیات جیسے جدید شعبے دائر کیے جائیں۔ نیز مستشرقین کے کام کو دیکھا جائے اور ان کے شبہات کا جواب دیا جائے۔
- ✓ فلسفہ اور عقلی علوم کی تعلیم رائج کی جائے۔
- ✓ ادیان و مذاہب کا مطالعہ اور تدریس کو اجتماعی علوم کی تدریس میں شامل کیا جائے۔

## قانون، شریعت اور عدلیہ

آیہ اللہ اعرافی نے اپنی گفتگو میں بتایا کہ یورپ کی نشأت ثانیہ کے نتیجے میں مسلم ممالک میں شریعت اور قانون میں دوگانگی ایجاد ہوئی۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ہماری یونی ورسٹیز اور دینی تعلیمی مراکز نے درست سمت میں حرکت نہیں کی۔ ہمیں چاہیے تھا کہ ہم قرآن و حدیث کے متن سے قوانین استخراج کرتے اور ان کا اجراء کرتے۔ جب ہم ایسا نہ کرسکے تو اسلامی ممالک میں مغربی قوانین لاگو ہوگئے۔ اب ہم اگر چاہتے ہیں کہ اسلامی قانون سازی کی طرف واپس لوٹیں تو ہمیں اسلامی قانون سازی پر تحقیقی کام انجام دینے کی ضرورت ہے۔ تاہم اسلامی قانون سازی کے لئے شریعت اور قانون کے درمیان نسبت کو اجاگر کرنا ہوگا۔ شریعت اور قانون کی نسبت کے حوالے سے کئی نظریات پائے جاتے ہیں لیکن جو نظریہ قابل دفاع ہے وہ یہ ہے کہ قانون اور شریعت کے مابین عموم

خصوم من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔(*) دوسرے الفاظ میں بعض شرعی احکام ایسے ہیں جو قانون کے قالب میں بیان نہیں ہوتے۔ عبادات شریعت کا وہ حصہ ہیں جہاں قانون رہنمائی نہیں کرتا۔ اس کے برعکس، بعض اوقات بعض جزئی اور زمانی و مکانی امور و معاملات میں قانون رہنمائی کرتا ہے لیکن شریعت کی مستقیم رہنمائی نہیں پائی جاتی۔ ان دونوں صورتوں کے برعکس، بہت سی ایسی صورتیں، ایسے امور اور ایسے معاملات ہیں جن میں بیک وقت شریعت اور قانون، دونوں کی رہنمائی اور ہدایت وارشاد کا سلسلہ پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اکثر مدنی اور جزائی امور میں قانون اور شریعت دونوں اپنا اپنا نظریہ اور رہنمائی پیش کرتے ہیں۔

تشریع کے تناظر میں اس مطلب کی توضیح یہ ہے کہ فقہاء کے مطابق فقہی عناوین کی اقسام تین ہیں:

1. **اولی عناوین**: یعنی ایسے عناوین جن کا حکم قرآن وسنت کے متن میں بیان ہوا ہے اور اس حکم کو اجتہادی روش کے ذریعے استخراج کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر قتل عمد، قتل شبہ عمد، نماز، روزہ اور حج جیسے عناوین۔
2. **ثانوی عناوین**: ایسے عناوین جو عمومی اور اولی عناوین کے حکم میں تغییر کا موجب بنتے ہیں اور ان کے بموجب قوانینِ اولیہ بدل جاتے ہیں۔ جیسے قاعدہ لاضرر اور قاعدہ لاحرج وغیرہ۔
3. **حکومتی اور سلطانی عناوین**: یعنی ایسے عناوین جن کا تعلق حکومتی امور اور معاشرے کی عمومی منفعت و مصلحت اور نقصان وفساد سے ہوتا ہے۔

*۔ علم منطق کی رو سے "عموم خصوص من وجہ" کی نسبت دو ایسے مفاہیم کے درمیان پائی جاتی ہے جن کے درمیان ایک نقطہ پر اتحاد واشتراک اور دو نقاط پر جدائی اور افتراق پایا جاتا ہے۔ ایسے مفاہیم ایک جگہ دونوں صادق آتے ہیں لیکن ایک جگہ ایک مفہوم صادق آتا ہے دوسرا نہیں اور دوسری جگہ دوسرا مفہوم صادق آتا ہے، پہلا صادق نہیں آتا۔ مثال کے طور پر "قانون دان" اور "سیاست دان" دو ایسے عناوین اور مفاہیم ہیں جو ایک جگہ ایک مصداق میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص قانون دان بھی ہو اور سیاست دان بھی ہو۔ لیکن دو جگہ یہ ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ چہ بسا ایک شخص قانون دان ہوتا ہے، لیکن سیاست دان نہیں ہوتا۔ یا اس کے برعکس، ایک شخص سیاست دان ہوتا ہے لیکن قانون دان نہیں ہوتا۔ اس تناظر میں قانون اور شریعت کے درمیان بھی عموم و خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔

جہاں تک عالم اسلام کی نشأت ثانیہ کے لئے قانون سازی اور تشریع میں توسیع کا تعلق ہے تو اس حوالے سے علمائے اسلام کو قانون اور شریعت کے عناوین کی تشخیص اور احکام کے استخراج کے لئے تین بنیادی کام انجام دینے کی ضرورت ہے:

1. اوّلی عناوین کی جزئیات کو واضح کرنا اور ان کو مدنی قوانین کے اندر سمونا۔ نیز انہیں قانون کی زبان و ادبیات میں بیان کرنا اور اس عمل کے دوران قانون کی دین و شریعت پر تطبیق میں مکمل دقّت اور ظرافت سے کام لینا۔
2. جن احکام کا تعلق ثانوی عناوین سے ہے ان میں اس بات کا مکمل دھیان رکھنا کہ ان کا انطباق بالکل درست انجام پائے۔ کیونکہ عناوین کی غلط تطبیق قانون سے سوء استفادے کا موجب بنتی ہے۔ یہ دیکھنا کہ کہاں حرج ہے، کہاں نہیں، کہاں ضرر ہے، کہاں نہیں اور اس امر کی دقیق تشخیص کہ کون سا امر کس عنوان کا مصداق ہے، یہ بھی علماء کی ذمہ داری ہے۔
3. حکومتی اور سلطانی قوانین جو حکومت کے اختیارات بیان کرتے ہیں، ان کی شرعی حدود کی تعیین، نیز یہ ضمانت فراہم کرنا کہ یہ قوانین بطور کلی دین و شریعت کی حدود کے اندر اندر وضع اور لاگو کیے جائیں۔

اس تناظر میں قوانین کی Islamization کے لئے درج ذیل پانچ اقدام ناگزیر ہیں:

i. فقہ میں نئے ابواب شامل کرنا ہوں گے۔ مثال کے طور پر اگر ماضی میں فقہ میں ۵۰ فقہی ابواب تھے تو اب اس میں ۲۰ نئے ابواب کا اضافہ ہونا چاہیے۔ تعلیم و تربیت سے مربوط ابواب، طب و طبابت سے مربوط ابواب، ماحولیات، عمرانیات، سیاسیات اور اقتصادیات سے مربوط جدید ابواب۔ پس ہماری فقہ میں وسعت آنی چاہیے۔

ii. فقہ میں موجود قواعد عامہ اور کلی عناوین میں وسعت لانے کی ضرورت ہے۔

iii. اسلام کے فردی احکامات کے استخراج کے ساتھ ساتھ اسلام کے اجتماعی احکام اور اقتصادی، سیاسی، تعلیمی۔۔۔ نظاموں کا استخراج علمائے اسلام کی ایک اہم ذمہ داری ہے۔

iv. فقہ اور قانون کی فلاسفی پر بھی خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

v. انسانی علوم اور سوشل سائنسز ہمیشہ فقہ اور قانون پر اثرانداز ہوتے ہیں، لہٰذا ان علوم پر دسترس اور ان سے قانون اور فقہی ابواب و احکام کے عناوین اخذ کرنا اور ان کے شرعی احکام کا دین اسلام کے بنیادی منابع سے استخراج بھی علمائے اسلام کا فریضہ ہے۔

اسلام کی نشأت ثانیہ کے لئے قانون سازی اور تشریع کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اسلام کے پیش کردہ نظامِ عدل و انصاف کے خدّوخال اجاگر کرنے اور عدلیہ میں اہم اور ضروری تحولات ایجاد کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کے پیش کردہ نظام عدل و انصاف کی اہمیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس باب میں قرآن کریم میں دو آیات قابل غور ہیں:

1. يَآاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ (المائدہ: ۸)

یعنی: "اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے مضبوطی سے انصاف قائم کرنے والے ہو جاؤ۔"

2. يَآاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ (النساء: ۱۳۵)

یعنی: "اے ایمان والو! انصاف پر مبنی گواہی دیتے ہوئے محض اللہ کے لئے قیام کرنے والے ہو جاؤ۔"

ان دو آیات میں سے پہلی آیت میں انصاف قائم کرنے اور خدا کے لئے گواہی دینے پر تاکید کی گئی ہے، جبکہ دوسری آیت میں خدا کے لئے قضاوت اور عدالت کی گواہی دینے کا حکم آیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عدالت کی برقراری کا اصل ہدف خدا اور خدا کی رضا کے حصول کے لئے اقدام، عدل و انصاف قائم کرنا ہے اور ان دونوں کا آپس میں اتنا گہرا رابطہ ہے کہ گویا خدا پرستی اور عدل و انصاف، ایک تصویر کے دو رُخ ہیں۔ بنابرایں، اسلامی معاشرے میں قضاوت اور عدالت کا انگیزہ محض الٰہی ہونا چاہیے۔ اور امکان کی آخری حد تک عدل و انصاف کا خیال رکھے۔ اور اسلام کا عدالتی اخلاق در حقیقت، انہی دو اصولوں پر استوار ہے۔

جہاں تک عالم اسلام کے عدلیہ کی بہتری اور اس نظام میں بنیادی اور اہم قسم کے تحولات ایجاد کرنے کا تعلق ہے تو اس کے لئے درج ذیل کام انجام دینا ضروری ہیں:

1. تحقیق کے میدان میں "اسلامی فقہ اور قانون" اور "قانون اور جدید حقوق" کا آپس میں رابطہ اجاگر کیا جائے۔ ایسا کرنے کے لئے اسلام کے انتہائی اہم اور مترقی قوانین کے واضح بیان کے ساتھ ساتھ حقوق اور قانون میں تمام انسانی تجربات سے بھی بھرپور استفادہ کیا جائے۔ مثال کے طور پر "اسلام کے منظر سے حقوق کا فلسفہ"،

جزائی فقہ و حقوق" اور "فیملی رائٹس اور قوانین" کی اسلامی تشریحات کے ساتھ ساتھ ان شعبوں میں یورپی قانون دانوں اور عدلیہ کے تجربات سے بھی استفادہ کیا جائے۔

2. مدنی، جزائی اور کیفری قوانین، نیز اقتصادی قوانین اور کمپنیوں کے قوانین کی تدوین کا عمل وسیع پیمانے پر انجام دیا جائے۔
3. قوانین کی تدوین میں زمانے کے تقاضوں اور مختلف فرقوں کے مذہبی تقاضوں کو مدّنظر رکھا جائے۔
4. عدل وانصاف کی فراہمی کو آسان اور قانون کی حکمرانی کو یقینی بنایا جائے۔
5. اختلافات کے حل کے لئے مقامی مصالحتی کمیٹیاں قائم کی جائیں جو طرفین کے درمیان صلح قائم کرنے پر زور دیں۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالصُّلْحُ خَيْرٌ یعنی: اور صلح بہتر ہے۔"
6. عدالتی عمل میں تیزی اور انصاف کی جلد فراہمی کے لئے جدید ٹیکنالوجی سے بھرپور استفادہ کیا جائے اور تفتیش سے لے کر فیصلہ دینے تک کے تمام مراحل میں جدید ٹیکنالوجی بروئے کار لائی جائے۔
7. معاشرے کے پسماندہ طبقہ کو انصاف کی فراہمی کی چارہ جوئی کی جائے۔
8. جرائم کے سدباب کے لئے مطالعات اور تحقیقاتی کام انجام دیے جائیں۔ عدالت میں دائر کیے گئے کیسز پر تحقیقاتی کام میں مختلف جرائم کے وقوع پذیر ہونے کے نفسیاتی اور سماجی اسباب تلاش کیے جائیں اور ان اسباب کا سدِّباب کیا جائے تاکہ معاشرے میں جرائم کے وقوع پذیر ہونے کی شرح میں کمی آئے۔

## امت مسلمہ کی وحدت کے لئے تگ ودَو

آج مسلم امت کو بڑی مشکلات کا سامنا ہے۔ ان مشکلات کا راہ حل سب سے پہلے دینی مدارس اور علمائے دین کے ہاتھوں میں اور اس کے بعد مسلمان ممالک کے عوام اور حکمرانوں میں ہے۔ اگر علماء اور دینی مدارس کے مابین روابط قوی تر اور گفتگو اور مباحثہ کی فضا قائم ہو جائے تو اس سے امت اسلام کی وحدت وانسجام کے مقدمات فراہم ہو سکتے ہیں۔ ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ عصر حاضر میں کئی مسلمان دانشوروں، اہل قلم اور علماء و مفکرین میں عالم اسلام کی مشکلات کا ادراک پایا جاتا ہے۔ ہمیں کوشش کرنا چاہیے کہ مسلمان مفکرین کا اسلام اور عالم اسلام کی مشکلات کے بارے میں ادراک، یکساں ہو۔ اس حوالے سے علمائے اسلام کے مابین ملاقاتیں اور مذاکرات عالم

اسلام کی مشکلات کا حل تلاش کرنے میں اساسی اقدام ہیں۔ اس کے باوجود کہ عالم اسلام کے پاس ایک عظیم سرمایہ موجود ہے، ہم پریشان ہیں اور عالم اسلام کے پاس وہ عظمت نہیں جو ہونا چاہیے تھی۔آج مسلم دنیاکے پاس جو سرمایہ موجود ہے اس کی اجمالی فہرست کچھ یوں ہے:

1. ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ آبادی۔
2. ۵۰ مسلمان ممالک۔
3. دنیاکے غیر مسلم ممالک میں بسنے والی مسلمان اقلیت۔
4. اسٹریٹیجک، سوق الجیشی اور وسیع و عریض اراضی۔
5. عظیم معدنیاتی ذخائر۔
6. انرجی کے ۷۰ فیصد ذخائر منجملہ تیل اور گیس کے عظیم ذخائر۔
7. جوان آبادی اور انتہائی ذہین انسانی منابع۔
8. عظیم اقتصاد اور Consumption Market۔
9. نہایت عالی شان ٹیلنٹ اور استعداد۔
10. قرآن وسنت اور عظیم علمی تاریخی میراث۔

اس سب کچھ کے باوجود آج اسلامی سرزمینوں پر غیروں کا قبضہ ہے، فلسطین، کشمیر پر قبضہ ہے۔ ہمارے تیل اور گیس کے ذخائر بیگانوں کی یلغار کا شکار ہیں اور مسلمان ممالک پر جنگیں مسلط کی جارہی ہیں۔ عالمِ اسلام میں نہ انسانی علوم میں پیشرفت ہے اور نہ ہی یورپ کی مانند سائنس اور ٹیکنالوجی میں مناسب پیشرفت ہے۔ ہم اندرونی اختلافات کا شکار ہیں۔آج اگر رسول خدا ﷺ عالم اسلام کی اس حالت زار کو دیکھتے تو روتے۔ یہ ایک عظیم درد ہے جس کی دوا خود ہمیں تلاش کرنا ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ آج عالم اسلام سے وابستہ کچھ عناصر امریکااور اسرائیل کے ہاتھوں میں کھلونا بن چکے ہیں۔ یہ امر اسلامی امت کی وحدت میں آڑے آرہاہے۔ایسے میں امت مسلمہ کی نشأت ثانیہ کی چارہ جوئی اسلامی ممالک کے حکمرانوں سے پہلے مسلمان علماء اور دانشوروں نے کرنی ہے۔ ہمارے علمی مراکز، دینی مدارس اور علمی محافل کو ان مسائل کا حل ڈھونڈنا چاہیے۔اسلامی دعوت کو عام کرنے میں برصغیر میں علامہ اقبال اور علامہ مودودی، ایران میں امام خمینی اور شہید مطہری اور عراق میں شہید باقر الصدر جیسی شخصیات کے افکار

بڑے روشن اور مفید ہیں۔ آج ایسی شخصیات کے افکار کی روشنی میں سفر طے کرتے ہوئے عالم اسلام کے علمی مراکز، دینی مدارس اور تمام اسلامی مذاہب کے علماء اسلامی امت کی وحدت کے لئے اپنی سنگین ذمہ داری ادا کر سکتے ہیں۔ علمائے اسلام کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اسلامی علوم میں ترقی و تحول لائیں اور معاصر دنیا کے سوالات کا جواب دیں اور تمام شعبوں میں اسلام کی پیش کردہ رہنمائی کو اجاگر کریں۔

اگر ہم فلسفہ اور عقلی علوم کی بنیاد پر اسلام کے نظامات کا استخراج نہ کر سکیں تو ہم معاصر دنیا اور عالم مغرب کے سوالات کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ اگر ہماری اسلام اور عالم اسلام کے بارے میں تحلیل ایک جامع تحلیل نہ ہو، یقینا ہم مذہبی تعصّبات اور فرعی مسائل میں مشغول ہو جائیں گے اور عالم اسلام کے اصل مسائل حاشیہ میں چلے جائیں گے۔ اسلامی امت کی وحدت کے حوالے سے اس جامع نگاہ کو جدید نسل تک منتقل کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے علماء کو چاہیے کہ وہ اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو خواب غفلت سے جگائیں۔ لہٰذا مسلمانوں کے درمیان وحدت کے جو مقدمات فراہم ہیں ان سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔ یقینا پاکستان، ایران اور ترکی اس باب میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مسلم امت کی وحدت، ہماہنگی اور اسلامی تمدن کے احیاء کے لئے ضروری ہے کہ:

1. اسلامی مذاہب کو ایک دوسرے کی نفی کی بجائے ایک دوسرے کو قبول کرنا ہو گا۔ تندمزاجی اور افراط کو چھوڑنا ہو گا۔ فقہ اور عقائد میں افراطی روش، اسلامی امت کی وحدت اور ہماہنگی کی راہ میں آڑے ہے۔ عالم اسلام کو مختلف میدانوں میں کتاب وسنت پر ایک فقہی اور اجتہادی کام کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کی تکفیر اور نفی کو چھوڑنا ہو گا۔
2. عالم اسلام کے تعلیمی مراکز کا نظام باہمی گفتگو اور وحدت کی اساس پر تشکیل پانا چاہیے۔ تمام دینی مدارس کے دروازے، تمام اسلامی مذاہب کے طلباء پر کھولنا ہوں گے۔ اس سے باہمی تعامل کی راہیں مزید کھلیں گی۔
3. ہم ان لوگوں کی نفی کریں جو عالم اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ساز باز کرتے ہیں۔ عالم اسلام کے دوستوں کے ساتھ دوستی اور عالم اسلام کے دشمنوں کے خلاف مقاومت اور جہاد۔
4. اسلامی تعلیمات میں اجتہادی روش بروئے کار لاتے ہوئے اسلام کا درست، منطقی اور عقلانی فہم حاصل کرنا ہو گا۔
5. اسلامی تشخص اور اسلامی تہذیب پر تاکید۔ ہمیں اپنی زبانوں (عربی، فارسی، اردو اور ترکی) کو تقویت دینا ہو گی۔ ہمیں اپنے اسلامی تشخص اور وحدت کو نکھارنا ہو گا۔

6. ہمیں علم و صنعت، تحقیق اور علم کی تولید میں دنیا میں پہلا مقام حاصل کرنا ہو گا۔ اگر ہم اس فیلڈ میں پیچھے رہ گئے تو ہم مسلم معاشرہ کی مدیریت میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔
7. مسلم امت کے مشترکہ علمی اور اقتصادی بازار کا قیام ضروری ہے۔

اگر ہم مذکورہ بالا اقدامات کرلیں تو یقینا ہم بین الاقوامی سطح پر عالم اسلام کا بول بالا کر سکتے ہیں۔ ہمارے مابین باہمی تعاون کی فضا قائم ہونی چاہیے۔ ہمارے دینی مدارس و مراکز کے تعلیمی نصاب و نظام میں مذاہب کی تفریق سے بالاتر ہو کر پروگرامز مرتب کیے جائیں۔ یہ جامع اور مذہبی تفرقوں سے بالاتر ہو کر سوچنے کی روش امت اسلام کی وحدت اور انسجام کی بنیادیں فراہم کرے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلم امت اسلامی کی وحدت کے راستے میں جو چیزیں آڑے آ رہی ہیں ہمیں ان کو راستے سے ہٹانا ہو گا۔ ان موانع میں سے ایک اہم مانع بعض مسلم ممالک کے تعلیمی نظاموں اور درسی کتابوں میں مسلمان فرقوں کی تکفیر کی تعلیم شامل ہے۔ یہ تعلیم فقہی مسائل کے قالب میں موجود ہے جس کی اساس پر عامۃالمسلمین کے قتل کی اباحت کے فتوے جاری کیے جاتے ہیں۔ اگر ان ممالک کے تعلیمی نظام و نصاب سے یہ چیز اٹھالی جائے تو اس سے مختلف فرقوں اور مسلم ممالک کے درمیان اچھے روابط قائم ہو سکتے ہیں۔

آج مسلم امت کی وحدت کے لئے ایک اور اہم نکتہ قبلہ اوّل کی آزادی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مسلمان کی نگاہ میں اسرائیل قبلہ اول کا غاصب ہے۔ اگر ہم اسرائیل کے خلاف جنگ نہیں لڑ سکتے تو کم از کم اس کے ساتھ مخفی یا ظاہری تعلقات استوار نہ کریں۔ اسرائیل کے ساتھ مذاکرات نہ کریں۔ اگر ہم فلسطینیوں کی مدد نہیں کر سکتے تو ان کو اپنی تقدیر کا فیصلہ خود کرنے دیں۔

## بین الاقوامی روابط

یورپ کی تجدید حیات کے بعد ایک اہم موضوع یہ درپیش ہے کہ غیر مسلم دنیا کے ساتھ عالمِ اسلام کا تعامل کیسا ہونا چاہیے؟ اسلام اور یورپی تمدن کے باہمی تعامل کے حوالے سے مسلمان مفکرین میں تین قسم کے مختلف نظریات پائے جاتے ہیں جو درحقیقت، اسلام کی تین مختلف تفسیریں ہیں:

1. وہ تفسیر جو بعض روشن خیال حضرات کی طرف سے پیش کی گئی جو اسلام کی بہت محدود تفسیر ہے۔ ان کے مطابق دین محض فردی عبادات کی حد تک محدود ہے۔ اسلام، خدا اور انسان کے باہمی رابطہ کی حد تک محدود ہے اور انسان کے سیاسی سماجی معاملات میں اسلام کوئی رہنمائی نہیں دیتا۔ لہٰذا یورپی افکار کو اصل مانا جائے اور سیاسی و

سماجی معاملات میں اسلامی تعلیمات کی تفسیر، یورپی تفکرات کی بنیاد پر کی جائے اور اس باب میں اسلامی اقدار کی بات نہ کی جائے۔ ان مفکرین کے مطابق اسلام کے اجتماعی تفکرات کو ترک کرتے ہوئے یورپ کے ہاضمہ میں ہضم ہو جانا چاہیے۔ ان کے مطابق ترقی کا راز، یورپ کے ساتھ ہمراہی میں پوشیدہ ہے۔ لیکن یہ سوچ، دراصل، خود باختگی ہے اور یہ تفسیر درحقیقت، ایک انفعالی تفسیر تھی اور ناقابل قبول ہے۔

2. اس کے بر عکس، دوسری تفسیر ایک متحجرانہ تفسیر ہے جس کا سارا زور محض اسلام کے ماضی اور اسلاف کے کارناموں پر ہے اور یہ عالم بشریت میں آنے والی تبدیلیوں اور تغییرات سے لا تعلق ہے۔ دراصل، جو لوگ ایک عمدہ اجتہاد کے ساتھ اسلام کی جدید دور کے تقاضوں کے مطابق تشریح پیش نہیں کر سکے، انہوں نے یہ افراطی نظریہ اپنایا کہ جس کے نتیجے میں افراطی تحریکیں وجود میں آئیں اور تندمزاجی اور تکفیر کا دروازہ کھلا۔ جن لوگوں کو اسلام کے ثابت عناصر اور متغیر عناصر کے درمیان تفریق، نیز ثابت عناصر و تعلیمات سے وقت کے بدلتے تقاضوں کے مطابق احکام استخراج کرنے کا فن نہیں آتا، انہوں نے یورپ کے ساتھ ہر قسم کے روابط کی نفی اور تکفیر کا دروازہ کھولا ہے۔ ہمارے مطابق اسلام کی یہ تفسیر بھی ایک ناصواب تفسیر اور تعصب ہے۔

3. اسلام کی تیسری تفسیر وہ ہے جس کے قائل بر صغیر میں علامہ اقبال اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی جیسی شخصیات ایران میں علامہ طباطبائی، امام خمینی اور شہید مطہری جیسی شخصیات ور عراق میں شہید باقرالصدر جیسی شخصیات ہیں۔ اسلام کی اس تفسیر میں نہ خود باختگی ہے اور نہ افراط۔ اس کے مطابق اسلام کے اصولوں پر پابندی کے باوجود غیر مسلم قوموں کے تجربات سے استفادہ کیا جانا چاہیے اور اسلامی اصولوں سے دست بردار ہوئے بغیر، اسلام کو معاصر دنیا کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنا چاہیے۔ اسلام کی اس تفسیر کے چند اساسی عناصر درج ذیل ہیں:

i. عالم اسلام کی میراث پر تاکید اور اس عظیم اور تاریخی میراث کو اہمیت دینا اور فکر و فلسفہ اور اسلامی علوم کے میدان میں اس میراث سے استفادہ پر تاکید کرنا۔

ii. اسلام کو جامع اور معاصر دنیا کے تقاضوں اور سوالات کا جواب گو پانا۔اس تفسیر کے مطابق اسلام جہاں جامع اور ثابت قوانین کا حامل ہے وہاں اسلام میں ایسے قوانین بھی پائے جاتے ہیں جو وقت کے بدلتے تقاضوں کا جواب دیتے ہیں۔

iii. عقل پر تاکید؛اسے ایک منبع اور اجتہاد کی روش قرار دیتے ہوئے اور اسلام کی عقلی شناخت اور اسلام کے فکری نظام کا مدار عقل کو قرار دینا۔

iv. اس نکتے پر تاکید کہ اسلام محض فردی دین نہیں، بلکہ یہ ایک اجتماعی، سیاسی اور جامع دین ہے۔

v. اسلامی امت کی وحدت اور اسلامی تمدن پر ایمان اور تمام اسلامی فرقوں اور مذاہب کو عالمِ اسلام کی میراث قرار دینااور مذہبی تفرقہ بازی اور ایک دوسرے کی تکفیر کی نفی کرنا۔

اسلام کی یہی تیسری تفسیر ہی عالم اسلام کے معاصر دنیا کے ساتھ تعامل کی اساس فراہم کرتی ہے۔آج عالم اسلام کی مشکلات کا حل، نہ تو یورپ زدہ اسلام میں ہے اور نہ ہی متحجرانہ اور افراطی و تکفیری اسلام میں ہے۔ بلکہ ان مشکلات کا حل اسلام کی اسی تیسری تفسیر میں ہے۔ اسلام کی اس تفسیر میں مہربانی، صلح، مسالمت اور وحدت کے پیغام کے ساتھ ساتھ عدالت اور اسلامی سرزمینوں اور مسلم امت کے حقوق کے غاصبین کے خلاف مقاومت بھی نہفتہ ہے۔ یہ تفسیر ایک منطقی اور درست تفسیر ہے جس کے نتیجے میں ہم غیر مسلم دنیا کے ساتھ ایک منطقی اور درست رابطہ استوار کر سکتے ہیں اور اگر ہم عالمِ اسلام کی نشأت ثانیہ کے درپے ہیں تو ہمیں غیر مسلم دنیا کے ساتھ اسلام کی تیسری تفسیر کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنا ہوں گے۔

*****

## *ISLAMIC PHILOSOPHY FOR CHILDERN*

By: ***Kausar Ali***

***Key words:*** *Upbringing, Philosophy, Dualism education and Upbringing, The Universe, Rat education and Upringing.*

## *Abstract*

*Most of the people want to educate and train their children in a way that way become rationale, vigilant, monoth creative, critic, just and untrapped in blind following. The purpose of this article is to present thosemethods by which children can be educate and train in such a way that they may understand the above given ration logical and philosophical concepts. Some people way think that children do not have the capacity to understand philosophical issues before age 12. For us, some basic issues of eduction and training children can be taught philosophy. The major issue in this regard is the duality of education and upbringing which itself is an outcome of the idea of the separation of religion and politics. Another reason behind this dualism is the introduction of material concept of life. While explaining these, two reasons, this article deals with issues related with philosophy. This article argues that through a particular method we can train our children on rational, logical and philosophical basis.*

# بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ

کوثر علی*
Kausarali5@yahoo.com

**کلیدی کلمات:** تربیت، فلسفہ، تعلیم و تربیت میں دوگانگی، کائنات، عقلی تعلیم وتربیت۔

**خلاصہ**

اکثر لوگ اپنی اولاد کی ایسی تربیت چاہتے ہیں جس کے مطابق وہ صاحب فکر، آگاہ، باہدف، خداپرست، منطقی، صاحب تخلیق، نقاد، صاحب استدلال اور عدل وانصاف کا مالک اور اندھی تقلید سے محفوظ انسان بن جائے اور اس کی تمام فطری صلاحتیں پروان چڑھ کر کمال کی منزلیں طے کر سکیں۔اس مضمون کا مقصد ایسی روش پیش کرنا ہے جس کے تحت بچوں کی تربیت اس نہج پر کی جاسکے کہ وہ مذکورہ بالا عقلی، منطقی اور فلسفی مفاہیم کو سیکھ سکیں۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ کہیں کہ بچے ۱۲سال کی عمر سے پہلے فلسفی مطالب کے ادراک کی طاقت نہیں رکھتے۔

ہمارے خیال میں اگر تعلیم وتربیت کے مسائل میں سے چند بنیادی مسائل کو حل کر دیا جائے تو اس شبہ کا جواب خود بخود مل جائے گا۔ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ تعلیم و تربیت میں دوگانگی ہے۔ عالم اسلام میں دین و دنیا میں جدائی کا نظریہ دراصل، تعلیم و تربیت میں دوگانگی کا موجب بنا۔ اس کی دوسری وجہ عالم اسلام میں مادی نظریۂ حیات کی آمد ہے۔اس مقالے میں انہی دو وجوہات کی وضاحت کرتے ہوئے ،کائنات کی فلسفی شناخت،، اپنی ذات کی شناخت، اپنی ادراکی اور تحریکی قوتوں کی شناخت اور انسان کی ادارکی قوتوں کی شناخت اور عقل و تفکر کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ایک مخصوص روش کے ذریعے ہم اپنی اولاد کی عقلی، منطقی اور فلسفی بنیادوں پر تربیت کر سکتے ہیں۔

*۔ایم . فل فلسفہ۔ مصنف (Philosophy for children) اور strategies for kids کے مضامین پر گہری نظر رکھتے ہیں اور اسی شعبہ میں تحقیق میں مشغول ہیں۔ نیز بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ (Ip4c) کے نظریے پر تحقیق کا دفاع کر چکے ہیں)۔

## مقدمہ

اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کی ایسی تربیت کریں کہ وہ:

- صاحبِ فکر و باشعور ہوں۔
- زندگی کے اساسی ترین مسائل سے آگاہ ہوں۔
- زندگی میں باہدف کاموں کو انجام دیں۔
- خدا کے طالب اور خدا پرست ہوں۔
- ان کی تجزیہ و تحلیل کی قدرت بہت عالی ہو اور وہ مختلف سیاسی، دینی، اخلاقی، اقتصادی و معاشرتی واقعات کا منطقی تجزیہ و تحلیل کر سکیں اور جزئی مسائل کے تانے بانے جوڑ کر سب کو ایک نظام کی شکل دے سکیں۔
- ان میں تخلیق کی صلاحیت پائی جائے، نقّاد ہوں، برہان کے فن کے مالک اور استدلال سے بات کر سکیں اور مغالطے کو پہچان سکیں۔
- وہ علمی اور عملی زندگی میں اندھی تقلید نہ کریں اور جب کبھی انہیں فیصلہ کرنا پڑے تو عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے فیصلہ کریں۔
- ان کی تمام فطری صلاحیتیں پروان چڑھیں اور ان کے فطری میلانات کمال کی منزلوں کو طے کریں۔

"فلسفہ اور بچے" مضمون کی نگارش کا ہدف وہ روش پیش کرنا ہے جس کے تحت بچوں کی مذکورہ بالا نہج پر تربیت کی جا سکے۔

یہاں ممکن ہے بعض لوگ تعلیمی نفسیات کے ماہر جین پیاژے کی (Psychology Developmental) پر ایمان رکھتے ہوئے اس شک و شبہ میں مبتلا ہو جائیں کہ بھلا کیسے ممکن ہے ایک مضمون میں بچوں کے لئے فلسفی مطالب و مفاہیم کی تعلیم کی ترغیب و تعلیم دی جائے حالانکہ بچے ۱۲سال کی عمر سے پہلے فلسفی مطالب کے ادراک کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ پیاژے کے مطابق بچوں کا انتزاعی عقل کا زمانہ 12 سال سے شروع ہو کر 16 سال تک اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔[1] اس دور میں ایک مسالہ کو فرض کرنا اور نتیجہ نکالنا بچوں کے لیے آسان ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس

عمر میں ایک بچہ منطقی قیاس واستقرا(logical induction and deduction ) کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔اور قیاس کی شکل اوراس کے مواد کو بھی جدا کر سکتا ہے۔

اگر پیازے کے مذکورہ بالا نظریہ کو مان لیا جائے تو اس کالازمہ یہ ہو گا کہ فقط 12 سال اور اس سے زیادہ عمر کے بچوں کو فلسفہ کی تعلیم دی جا سکتی ہے لیکن اس سے پہلے کا دورانیہ، عقلی اور ماورائے الطبیعی مفاہیم (concept transcendental and metaphysical ) کی تعلیم کے لئے موزوں نہیں ہے۔

ہمارے خیال میں اگر تعلیم وتربیت کے مسائل میں سے چند بنیادی مسائل کو حل کر دیا جائے تو مذکورہ بالا شبہ کا جواب خود بخود مل جائے گا۔

## تعلیم وتربیت میں دوگانگی کی وجوہات

ہماری نظر میں تعلیم وتربیت میں دوگانگی کی دو بڑی وجوہات ہیں۔

1. عالم اسلام میں دین و دنیا میں جدائی کے نظریہ کا ظہور اور اس کی تبلیغ۔
2. عالم اسلام میں مادی نظریہ حیات کی آمد ہےاور تعلیم اداروں میں اس نظریے کا رواج۔

اب ہم جتنی بھی کوشش کرلیں چونکہ نظری اور عملی طور دوگانگی کا شکار ہیں اس لیے تعلیم وتربیت کو ساتھ لے کر چلناایک مشکل امر ثابت ہورہا ہے لیکن آئی/پی فار/سی (Islamic Philosophy for Children)کا نظریہ اس مسلے کو ایک اجتھادی و گہرے تفکر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔وہ تعلیم وتربیت کو نہ فقط جدا ناپذیر سمجھتا ہے بلکہ دونوں کو ایک ساتھ لے کر چلنے کا راستہ بھی بتاتا ہے

دراصل، تعلیم وتربیت دو الگ مفہوم ہیں اور اکثر ماہرین، تعلیم وتربیت کو جدا ناپذیر سمجھتے ہیں لیکن موجودہ نظام ہائے تعلیم میں تربیت کو تعلیم کے ساتھ لے کر چلنا بہت مشکل سمجھا جارہا ہے۔ تمام دنیا کے مفکرین سر جوڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ کسی طرح تعلیم وتربیت کو ایک ساتھ لے کر چلا جائے۔عالم اسلام کے بڑے مسائل میں سے بھی اس وقت ایک بڑا مسئلہ، تعلیم وتربیت کو ایک ساتھ پروان چڑھانا ہے۔ عالم اسلام میں تعلیم وتربیت کی حالت زار پر ایک نگاہ ڈالیں تو انسان کے پاس کف افسوس ملنے کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آئے گا۔اگرچہ کئی لوگ تعلیم وتربیت کو اسلامی کرنے کی کوشش میں مشغول ہیں لیکن ان کی نگاہ عمیق و اجتہادی نہیں ہے۔ مثلاً بعض ماہرین یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کی کچھ سورتوں کا نصاب میں اضافہ، اسمبلی میں تلاوت اور درس اخلاق، اسکول میں باجماعت نماز کا انعقاد، بعض احکام دینی کی

تعلیم، نعتوں کا مقابلہ اور کبھی کبھار دعاؤں کے انعقاد سے اسکول کا نظام اسلامی ہو جائے گا یا اسکول کا نام کسی اسلامی شخصیت کے نام پر رکھیں تو اسکول اسلامی ہو جائے گا۔ بعض ماہرین نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے متبادل ذرائع بتائے ہیں۔ مثلاً ہفتہ وار چھٹی، گرمیوں کو چھٹیاں ۔۔۔ مسجد و گھر کے ماحول کو تربیت کے قابل بنانا۔ ہمارے خیال میں ان تمام نظریات میں تعلیم و تربیت کو ایک ساتھ لے کر چلنے کے مسئلہ پر اجتہادی نظر نہیں ڈالی گئی۔ آئی/پی فار/سی نے اس بحث ساز مسئلے کو نہ صرف نظری طور پر حل کیا ہے بلکہ اس کو عملی جامہ پہنانے کی راہیں بھی بتائی ہیں۔

میری نظر میں اگر ہم اس مسئلے کا حل ڈھونڈنا چاہیں تو یہ کہنا پڑے گا کہ : "دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں"۔ ہم تعلیم و تربیت کے نظام کو اس وقت تک تبدیل نہیں کر سکتے جب تک بچوں کے عقول و قلوب میں شعور اور تفکر کی شمعیں روشن نہیں ہو جاتیں۔ بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ کے نظریہ کے مطابق، تعلیم و تربیت کو ایک ساتھ کلاس میں بڑھایا جا سکتا ہے۔

دراصل، IP4C یا "بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ" وہ ہنر ہے جس میں بچوں کے اندر تعقل و تفکر کی صلاحیت اجاگر کرنے کے لئے زمین کو ہموار کیا جاتا ہے۔

## کائنات کی فلسفی شناخت، ہر مکتبِ فکر کی اساس

جس دنیا میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اسی دنیا میں ہر ایک مکتب فکر کی بنیاد ایک فلسفی شناخت پر ہوتی ہے جس کو ہم تصوّرِ کائنات (World View) کے نام یاد کرتے ہیں اور جسے بنیاد بنا کر ہم اپنا وہ مکتب فکر بناتے ہیں جس کو آئیڈیالوجی (کیا کرنا چاہے اور کیا نہیں کرنا چاہیے) کہا جاتا ہے اور تب ہم اپنے مکتب فکر کے مطابق اعمال انجام دیتے ہیں۔ انسان کے تصوّرِ کائنات کا ایک اہم رکن خود انسان ہے اور انسان سے مربوط دو چیزوں کو ذکر کرکے ہم اپنے نظریے (Ip4c) کو بیان کرنا چاہیں گے۔ یہ دو چیزیں "فطرت الٰہی" اور "عقل" ہیں۔ انسان، فطرت الٰہی کا مالک اور روح و بدن کا حسین امتزاج اور اپنی عقل اور ارادہ و اختیار کی وجہ سے باقی تمام مخلوق سے ممتاز، بالقوہ اشرف اور اس عارضی دنیا میں خداوند متعال کا زمین پر بالقوہ خلیفہ ہے۔ ایسا نہیں کہ انسان جب اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو فقط تجربے کے ذریعے سے اپنے علم کا آغاز کرتا ہے جیسا کہ جان لاک نے کہا ہے کہ انسان کا ذہن ایک خالی سلیٹ کی طرح ہوتا ہے نہ کہ "زرخیز زمین" کی طرح۔

علم حضوری کے اعتبار سے وہ بہت ساری چیزوں کا علم رکھتا ہے اور غریزے کے لحاظ سے اسے بہت ساری چیزیں سکھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جہاں تک علم حضوری (knowledge by presence) کا تعلق ہے تو اس سے مراد ایسا علم جس میں عالم اور معلوم کے درمیان واسطہ نہیں ہوتا اور نہ ہی معلوم (known) کو سیکھنے کے لیے عالم (learner) کو کسی مکتب و مدرسہ میں جانے کی ضرورت ہے۔ علم حضوری کی روشن مثالوں کو ذیل میں ملاحظہ کریں۔ اس دنیا میں قدم رکھنے کے ساتھ ہی انسان درج ذیل امور کا حضوری علم بھی اپنے ہمراہ لاتا ہے:

1. اپنی ذات کی شناخت۔
2. اپنی ادراکی اور تحریکی قوتوں کی شناخت۔

انسان کی ادارکی قوایٰ میں درج ذیل قوتیں شامل ہیں:

- تفکر و تخیل اور حافظہ کی قوت
- ظاہری اور باطنی حواس

انسان کی تحریکی قوایٰ میں درج ذیل قوتیں شامل ہیں:

- اعضا و جوارح کو کام لانے والی طاقتیں
- حالات نفسانی: عواطف و احساسات۔
- محبت، غم، عشق، غصہ، خوف، خوشی، امید، اضطراب، درد اور شرم و حیا۔
- قلبی افعال جیسے ارادہ، حکم، توجہ اور تفکر وغیرہ۔ (2)

علم حضوری کو نظرانداز کرتے ہوئے ہم علم و حکمت کی مضبوط بنیاد نہیں رکھ سکتے۔

جہاں تک غریزے کا تعلق ہے تو انسان کو کئی غرائز کی تشفی کی تعلیم دینے کی چنداں ضرورت پیش نہیں آتی۔ مثلاً ایک نوزاد، دودھ نہ ہونے کی وجہ سے روتا ہے۔ یہاں پر اپنے ہونے، دودھ کے نہ ہونے، بھوک لگنے اور رونے کا ادراک رکھتا ہے اگر نوزاد کو زبان مل جائے تو بتا دے گا لیکن وہ اب بھی عمل سے بتا رہا اور ہم سمجھ رہے ہیں۔

پس غریزے کے اعتبار سے انسان اور حیوان برابر ہیں لیکن انسان، فطرت الہی، عقل، علم، روح متعالی اور ارادہ واختیار کی وجہ سے نہ فقط حیوان، بلکہ تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے۔ مثلا فطرت کے لحاظ سے انسان خدا کی معرفت رکھتا ہے اور بعضی چیزوں کی طرف شدید تمایل رکھتا ہے۔ اگر اس بحث کو روز مرہ کے مشاہدہ اور تجربے کے ذریعے بیان کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ بچے اپنی فطرت کی بنیاد پر ہمیشہ حقیقت کی جستجو میں رہتے، نیک کام کو پسند کرتے، اچھی انسانی خصوصیات کی تعریف کرتے کمال کو پسند کرتے، زیبائی وخوبصورتی کی چاہت رکھتے اور ایجاد اور ابتکار کی کوشش کرتے ہیں اور بچوں کو یہ چیزیں سکھلانی نہیں پڑتیں۔ بچے فطرتاً ان چیزوں کی طرف میلان رکھتے ہیں اسی کو ہم فطرت الہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ الٰہی فطرت کا حامل ہونے کے بعد انسان کو دیگر تمام مخلوقات پر فضل اس کے عقل کی بدولت ہے۔ عقل انسان کو تمام حیوانات سے ممتاز کرتی ہے اور اس دنیا کی تمام مادی اور معنوی ترقی عقل ہی کے بدولت ہے۔ انسان کے درج ذیل تمام افعال کی بازگشت عقل کی طرف ہے اور یہ سب عقل کے محتاج ہیں:

1. حواس خمسہ کی فعالیت عقل پر موقوف ہے۔
2. قلبی و باطنی مشاھدات عقل کی مدد کے بغیر قابل تحلیل نہیں۔
3. ذھنی تصورات اور شکلیں عقل کی مدد سے نقش پاتی ہیں۔
4. تمام قسم کے مفاہیم عقل کی بدولت سمجھے جاتے ہیں۔
5. تمام قضایا اور جملے عقل کی مدد سے بنائے جاتے ہیں۔
6. قضایا اور جملوں سے قیاس سازی، نتائج اخذ کرنے اور حکم لگانے کا کام عقل کی مدد سے انجام دیا جاتا ہے۔ (3)
7. چیزوں کی درجہ بندی اور ان کی قدر کے معیار کا تعین عقل کی مدد سے ہوتا ہے۔
8. مفاہیم کو عقل کی مدد سے عمومیت دی جاتی ہے۔
9. تفکر مکرر کا عمل عقل کی مدد سے انجام پاتا ہے۔
10. عقل کے سہارے انسان یقین کی منزل پر پہنچتا اور عمل انجام دیتا ہے۔ (4)

در حقیت IP4C کا نظریہ اس بات پر تاکید کرتا ہے کہ جب تک انسان کی عقلی تربیت نہ کی جائے تو وہ اپنی زندگی کے عالی اہداف کو حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی تربیت کی دوسری تمام اقسام کارگر اور مفید ثابت ہوتی ہیں۔ Ip4c کے نظریہ کا مرکز و محور یہ نکتہ ہے کہ بچے اور نوجوان کی اس طرح سے عقلی تربیت ہو کہ تعقل و تفکر کی تمام اقسا مکی اچھی نشو و نما ہو بالخصوص فلسفی تفکر اور تعقل و تفکر کی عادت اس میں راسخ ہو جائے۔

## عقلی تعلیم و تربیت کا آغاز کب اور کیسے؟

ہمارا عقیدہ جان پیاژے کی "تعلیمی نفسیات "پر استوار نہیں ہے کہ جس کے مطابق انسان کی عقلی تعلیم و تربیت کا آغاز 12 سالگی کے بعد ہوتا ہے۔ بلکہ اس نظریہ کی اساس، Islamic Psychological Development پر ہے جس کے مطابق بچہ جب زبان کھولتا ہے (تو سوالات پوچھنا شروع کر دیتا ہے۔ (5) بچے کے بعض سوالات کا تعلق فلسفی تعقل و تفکر سے ہوتا ہے جو کہ انسان وجود کی ایک اہم سر گرمی ہے اور شرط انسانیت ہے۔ بچے جو فلسفی سوالات پوچھتے ہیں ان میں سے نمونے کے کچھ سوالات درج ذیل ہیں:

1. خدا کہاں ہے؟ (تجرد)
2. خدا نظر کیوں نہیں آتا؟ (تجرد)
3. اللہ تعالی نے شیطان کو کیوں خلق کیا ہے؟ (خیر و شر)
4. پہاڑ کو اللہ تعالی نے کیوں خلق کیا؟ (علت غائی)
5. سب سے پہلے خداوند متعال نے کس چیز کو خلق کیا؟ (مبداء اول، مخلوق اول)
6. خدا کو کس نے بنایا؟ (علت)

در حقیقت، بچے کے انہی سوالات اور اسی طرزِ تفکر کو فلسفی تفکّر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بنابریں، بچہ جب سے سوال کرنا شروع کرتا ہے اور جس طرح کے وہ سوال کرتا ہے ہمیں اسی زمانے سے ان سب کا جواب دینا ہوگا اور جس طرح کے وہ سوال کرتا ہے ہمیں اسی سطح پر اس کے سوالوں کا جواب دینا ہوگا۔ ہمیں یہ انتظار نہیں کرنا چاہیے کہ سوال مشکل ہے لہٰذا بچہ تھوڑا اور بڑا ہو جائے تو جواب دیں گے۔ دوسرے لفظوں میں اگر بچے کا سوال فلسفی

ہے تو جواب بھی فلسفی ہی ہونا چاہیے لیکن اسی کی سطح پر آ کر جواب دینا ہوگا اور اس طرح سے جواب دینا ہوگا ہے کہ یہ جواب بچے کے لیے قابل فہم ہو۔ دوسرے الفاظ میں، جواب دینے کی روش تعلیم ہونی چاہیے تاکہ اس سے حاصل شدہ علم اس کی ذات کا حصہ بن سکے نہ یہ کہ فقط اس کے حافظے کا حصہ ہو۔

بچے کے بعض سوالات کا تعلق تنقیدی تفکر (Critical thinking) بعض کا تخلیقی تفکر ( Creative thinking)اور بعض کا نظام دار تفکر (Systemetic Thinking) اور بعض کا تعلق فلسفی تفکر ( Philosophical thinking) سے ہوتا ہے۔ ان تمام سوالات کی درجہ بندی اور ان کو علیحدہ کرنا والدین اور استاد کی ذمہ داری ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بچہ ایک "چھوٹا فلسفی" (Little Philosopher) ہوتا ہے اور بچے کی عقلی تربیت کا عمل اس کے بولنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اگر بچے کو ایسا تعلیمی ماحول مل جائے کہ جس میں وہ نہ صرف اپنے تمام سوالات کا جواب حاصل کرلے بلکہ بعض اساسی سوال اس کے سامنے رکھے جائیں تاکہ تعقل و تفکر کی قوت نشو و نما پائے اور وہ حقائق و واقعات (6) کی شناخت حاصل کرے تو ایسی صورت میں مندرجہ بالا اہداف کا حصول ممکن ہو جائے گا۔ لیکن ہماری مشکل یہ ہے کہ بچے کے اساتذہ اور والدین اس کی سوچ کے دائرے کو محدود کر دیتے ہیں۔ یا ان کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ جواب دیں یا ان کی جواب دینے کی روش غلط ہوتی ہے یا جواب معلوم نہیں ہوتا یا جواب دینے کو اہمیت نہیں دے رہے ہوتے۔ پس بنیادی طور پر مشکل ہمارے تعلیمی نظام کی ہے کہ وہ بچے کی صلاحیت کو صحیح درک نہیں کر رہے ہوتے اور درک کر لیں تو ان کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ اس کا جواب دیں اور بعض اوقات وہ بچے کے سوالات کو اہمیت نہیں دے رہے ہوتے اور اگر اہمیت دے رہے ہوں تو بچے کی سطح پر اتر کر تعلیم دینے کا فن نہیں جانتے۔ جبکہ بچہ اپنے سوالات سے اپنی صلاحیت اور سطح علمی کا اعلان کر رہا ہوتا ہے۔

## بچوں اور نوجوانوں کی عقلی نشو و نما کے لئے مفید روشیں

ہمیں بچوں کی تعلیم کی روش سے اختلاف نہیں ہے اور ہم جدید نفسیات ( Developmental psychology) کی پیش کردہ روش کے مطابق بچوں اور نوجوانوں کی عقلی تربیت کریں گے اور ان کے سوالات

کے جوابات دیں گے۔ں مثلاً؛ روش مشاہدہ، روش تجزیہ و تحلیل مشاہدہ، کہانی، سوال و جواب، مناظرہ اور گفتگو کی روش کے ذریعے اور اکتشافی روش، روش تجربہ، تصویری کشی جیسی روشیں اپناتے ہوئے بچے کے مسائل کو حل کریں گے۔

فلسفہ کے طالب علم ہونے کے ناطے، اتنا ضرور عرض کروں گا کہ تعقل و تفکر ہر انسان کا حق ہے وہ اپنی عقلی تگ و دو سے، ایک مطلوب نتیجہ تک پہنچے۔ لہٰذا ہم تمام انسانوں کو زندگی کے بنیادی مسائل کے بارے میں تعقل و تفکر کرنے کا حق دیں۔ ہر ایک انسان کو آفاق اور انفس (اپنی ذات اور کائنات) کے بارے میں تعقل و تفکر کا حق حاصل ہے اور اگر ان میں کچھ افراد سے بہترین عقلی دلیل لے کر آجائیں تو اس کو قبول کرلینا چاہیے۔

بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ یا IP4C کے مقدمات روز روشن کی طرح ہر سلیم العقل پر عیاں ہیں اور خدشہ ناپذیر ہیں:

- انسان، تمام مخلوق سے عقل کی بنیاد پر ممتاز ہے، پس اسی عقل کی نشو و نما اور اس کی تمام طاقتوں کی پرورش ہمارے اکثر بنیادی مسائل کا حل ہے۔
- عقلی کی تربیت کا آغاز، اسی وقت شروع ہونا چاہیے جب سے بچہ سوال و جواب کے لیے اپنی زبان کھولتا ہے (البتہ خود عقل کے وجود کی تقویت نطفے کے انعقاد (7) سے شروع ہو سکتی ہے اور ماں باطن میں بھی عقل کی تقویت کے کام کو انجام دیا جاسکتا ہے) (8)۔
- سب سے پہلے مرحلے میں، عقلی تربیت کا نصاب، خود بچے کے سوالات ہیں، اور ان کا صحیح جواب مطلوبہ اہداف کو حاصل کرنے میں بہت زیادہ معاون ہو سکتا ہے۔
- جواب دینے کی روشیں اور اصول وہی عام روشیں اور اصول ہیں جن کو تعلیمی نفسیات کے ماہرین نے پیش کیا ہے، مثلاً کہانی، عمومی مشاہدہ، وغیرہ۔

تفکر، وجود انسان کا لازمہ ذاتی ہے۔ آسان لفظوں میں تفکر انسان اور حیواں کو ایک دوسرے سے جدا کرتا۔ پس تفکر کے بغیر انسان کی تعریف ممکن نہیں۔ انسان تولد کے آغاز سے ہی تفکر و تعقل رکھتا ہے البتہ اس تفکر کا نام

تفکر ابتدائی اور اس عقلی سطح کو فلسفہ کی زبان میں عقل ہیولانی کہتے ہیں جو کہ ہر قسم کے معقولات سے خالی ہوتی ہے۔ اس مرحلے پر انسان کے فقط حواس خمسہ فعالیت انجام دیتے ہیں۔ البتہ چونکہ خداوند متعال نے انسان کو فطرتاً فکر کرنے کی سمت خلق کیا ہے۔ یہی انسان اس مرحلے پر مختلف اشیا سے روبرو ہوتا ہے اور اسی کی جستجو کا آغاز ہوجاتا ہے۔ اور وہ اپنے ارد گرد کے چھوٹے بڑے حقائق ق کو جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ چیزوں کے درمیان درجہ بندی کرنے کے بعد ان میں موازنہ کرتا ہے، پھر نتیجہ نکالتا ہے اور یوں اس کی عقل ترقی کے مراحل کو طے کرتی ہے۔ فلسفہ کی زبان میں اس عقل کو عقل بالملکہ کہتے ہیں۔ البتہ ضروری نہیں ہے کہ انسان کی زندگی کے سن وسال گزرنے کے ساتھ وعقلی مراحل کو بھی طے کرتا ہے۔ ممکن ہے انسان اپنی عمر کے آخری حصے تک عقل ہیولانی کے مرحلے پر ہی ہو۔ فقط تعقل و تفکر کے رستے سے ہی انسان عقل بالملکہ و عقل بالفعل و عقل مستفاد کے مقام پر فائز ہوتا ہے اور تمام معنوی ومادی مقامات حاصل کرتا ہے۔(9)

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ تعقل و تفکر کے بغیر انسانیت کا تصور نہیں کرسکتے اور نہ تعقل و تفکر کے بغیر اس جہان میں کسی قسم کی ترقی ممکن ہے۔ تفکر و تعقل کی بدولت:

- علم کی تولید ہے۔
- اشیا کی شناخت اور حقائق کی تائید ہوتی ہے۔
- کلیات اور فارمولوں کو کا حصول ممکن ہے۔(10)
- ایمان وعلم واخلاق وعمل کی دولت میسر ہے۔

اگرچہ ایمان وعلم اور اخلاق وعمل ایک دوسرے پر گہری تاثیر رکھتے اور ان کے درمیان ایک تعاملی کیفیت پائی جاتی ہے لیکن ان سب کا محور و مرکز عقل (تفکر و تعقل) ہے۔ تعقل و تفکر اور ان کے درمیان ہر دو تناسب پائے جاتے ہیں، راست تناسب اور معکوس تناسب۔ ہماری گفتگو کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ اگر انسان کی عقل بڑھتی جائے گئ، اس کا ایمان، اخلاق اور عمل بڑھتا جائے گا۔ پس اسکول کا نظام تعلیم و تعلم ایسا ہو کہ جس سے بچے کی عقل

بڑھے تاکہ وہ اس کی ہم زمان تربیت بھی ممکن ہو سکے۔ آئی/پی فار/سی کے نظریے کی بنیاد کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس گراف کو دقت سے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

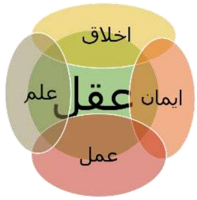


اس استدلال کے علاوہ ہمارے پاس اور بھی بہت سی دلیلیں ہیں جو ہمارے اس نظرے کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ بشریت کی ہدایت کے انبیا علیہم السلام اور ہادیان برحق اپنے زمان میں عقل کامل کے اتم مصادیق تھے۔ انبیاء الٰہی علیہم السلام اور اولیا الٰہی علیہم السلام یہی کام کیا کرتے تھے۔ میثاق فطرت کی یاد دہانی اور انسانی عقلوں کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو آشکار کرنے کے لیے تشریف لاتے تھے۔(11)

قرآن کریم نے تعقل و تفکر پر سب سے زیادہ تاکید کی ہے۔ عالم اسلام کے عظیم مفسر قرآن، علامہ طباطبائی نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تین سو آیات،(12) مستقیم تعقل و تفکر کی دعوت دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن کی ہر آیت انسان کو غیر مستقیم طور پر تعقل و تفکر کی طرف دعوت دیتی ہے۔(13) عقل، تعقل و تفکر کی ستائش کے بارے معصومین (ع) کی انتہائی خوبصورت ایسی تعبیرات موجود ہیں جو کسی اور چیز کے لیے بیان نہیں کی گئیں، مثلاً؛ حجت باطنی، بہترین عطا الٰہی (14)، بہترین الٰہی تحفہ (15)، رہبر و رہنما (16)، اساس انسانیت (17) اور بنیاد اسلام (18) وغیرہ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم صحابی، حضرت ابوذر غفاریؓ کے بارے میں کسی نے امام باقر (ع) سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ابوذر ایمان کے کل دس درجوں میں سے نویں درجے پر فائز تھے؟ آنحضرت نے جواب دیا: ابوذر غفاریؓ کی اکثر عبادت، تفکر تھی۔ پس تعقل و تفکر کا ہدف واقعیت کی شناخت ہے۔ شناخت کے بعد انسان کچھ

چیزوں پر تہ دل سے عمل کرتا ہے اور کچھ کو چھوڑ دیتا ہے اسی کو ایمان کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس علم و ارادہ و اختیار و ایمان، تعقل و تفکر کی علامات میں سے ہیں۔

**تفکر و تعقل کی بنیادیں**

ہر نظریہ حیات تفکر و تعقل کی حدود کو معین کرتا ہے۔ "بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ "کے نظریے میں تعقل و تفکر کا جو افق ہم نے پیش کیا ہے وہ انتہائی وسیع و عریض ہے۔ جدید نظام تعلیم کی شناخت ہستی (ontology) و شناخت علم (epistemology) و شناخت انسان (Anthropology)، شناخت اقدار (Ethics) محدود ہے لہٰذا تعقل و تفکر کا افق بھی محدود ہی ہوگا۔ اور تفکر و تعقل؛ تنقید، تخلیق، تحلیل کا عمل اسی محدود قلمرو میں انجام پائے گا۔ یہ جدید نظام تعلیم آسانی سے وسیع قلمرو کا یہ کہتے ہوئے انکار کرتا ہے کہ چونکہ مجھے شک ہے لہٰذا میرے لیے ثابت نہیں ہے۔ (skepticism) آئی پی فارسی کا نظریہ تعلیم وتربیت تفکر و تعقل (تفکر تنقیدی، تفکر تحلیلی، تفکر نظام دار اور تفکر فلسفی) کو نئے افق سے متعارف کرواتا ہے۔ لہٰذا بچوں اور نوجوان کو تفکر اور تعقل کے لیے وسیع و عریض میدان دینا چاہیے۔

ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ فلسفے اور تفکر فلسفی میں بہت زیادہ فرق ہے لہٰذا یہ دونوں اصطلاحیں مترادف نہیں ہیں۔

تفکر فلسفی انسان کی زندگی کے بنیادی ترین سوالات ہیں جن سے آگاہ ہونا ہر انسان کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ زندگی کی گاڑی کو درست جہت کی طرف چلا سکے۔ دوسرے الفاظ میں، میں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں جانا ہے اور اس دنیا میں آنے کیا ہدف ہے ؟ اگر فنی اصطلاح میں بیان کریں تو مبدا اور معاد کے بارے میں بنیادی ترین سوالات اور ان کے جوابات کی منظّم تلاش کرنے کا نام تفکر فلسفی ہے۔ اور اسی کو " نظریہ حیات " یا "جہان بینی" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس اس دنیا میں کوئی بھی انسان جہان بینی اور تفکر فلسفی سے خالی نہیں ہے لہٰذا یہ سب کے لیے ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اس کے بر عکس فلسفے سے مراد موجود کے بارے میں اُس کے موجود ہونے کے لحاظ سے بحث کرنا اور یہ دیکھنا ہے کہ اس کی صفات اور مراتب کیا ہیں۔

اگر ہم انسان شناسی کو لے لیں تو سب سے پہلے انسان کی تعریف کرنا پڑے گی تاکہ یہ بات واضح ہو سکے جس انسان کے لیے تعلیم و تربیت کا نظام بنایا جا رہا ہے وہ کیا ہے اور کون ہے؟ ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ آیا یہ بات عقلی اور منطقی طور پر درست ہے کہ جس مفکر اور فلسفی کو انسان جس طرح سمجھ آیا وہ اسی طرح ہی اس کو حقیقی اور واقعی سمجھے اور اس کے لیے تعلیم و تربیت کا نظام بنائے؟ یا انسان ایک ہی واقعیت اور حقیقت کا نام ہے اور اس کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک واحد نظام تعلیم و تربیت تشکیل دیا جائے؟ اگر ہم انسان شناسی کی تلخ تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کیا انسان کو کس کس انداز میں سمجھا گیا ہے۔ مثلاً:

1. انسان ایک بھیڑیا (wolf) (19) ہے۔ انسان وسائل ساز ہے (homo faber) اور اس کے موجودہ خدوخال تکامل یافتہ ہیں۔ (20)
2. فلسفہ یونان کی قد آور شخصیت، معلم اول، ارسطو نے انسان کی تعریف یوں کی ہے: انسان حیوان ناطق ہے"
3. فلسفہ غرب کے شہرہ آفاق فلسفی، ڈیکاٹ کا انسان" میں سوچتا ہوں پس میں ہوں" (21) میں خلاصہ ہوتا ہے۔
4. ہیوم کا انسان غرائز کے تابع ہے کہ عقل انہی غرائز کے تابع ہونی چاہیے۔ (22)
5. کانٹ کا انسان زمان و مکان کے قید و بند میں نظر آتا ہے اور اس کے لیے اس کے لیے ماورائے طبعیت کو سمجھنا ممکن نہیں، (Metaphysics is impossible) حتی وہ خدا کے وجود پر عقل دلیل لانے سے قاصر ہے۔ فقط دلیل اخلاقی کا سہارا لے کر خدا کے وجود کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔ (23)
6. نیچہ کا انسان قدرت و طاقت کا مجسمہ ہے اور کمزور کو جینے کا حق نہیں دیتا
7. سارتر۔ انسان ہی خدا ہے اور بہشت اسی سرزمیں پر موجود ہے (24)
8. ہائیڈ گر۔انسان ایک مضطرب موجود ہے۔

9. اس کے علاوہ بھی کچھ اور تعریفیں ملتی ہیں جس میں انسان کی تعریف کے لیے مختلف قسم کی اصطلاحات استعمال کی گئیں ہیں مثلاً؛انسان، تاریخ دار حیوان، ٹرجیک حیوان اور غزائز کا مجسمہ حیوان۔(25)

10. (Nihilism) پر پہنچ کر تمام فلسفیوں کی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور وہ انسان کو بدبینی کی گہری وادی میں دھکیل دیتے ہیں۔ بدبینی کی اس وادی میں اخلاق، مذہب، میٹافزکس، اقدار، معاشرہ، کی کوئی حیثیت نہیں، اسی کو فلسفے کے اختتام سے تعبیر کیا جاتا ہے (The End of Philosophy)۔ اس دور کے بعد اصلاً انسان کی تعریف کرنے کی ضرورت ہی نہیں اس کی کوئی ذاتی شناخت نہیں ہے اور نہ اس سے متعلق اشیا کی کوئی حیثیت ہے۔

ان تمام نظریات کو اگر خلاصے طور پر بیان کیا جائے تو یوں ہوگا کہ انسان، حیوان کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے جو سوچتا بھی ہے لیکن اس کی سوچنے اور پرکھنے کا دارومدار اس کی اپنی ہی ذات پر ہے۔ وہ ایک پیچیدہ ترین مادی جسم رکھتا ہے اس دنیا کے ماوراء کچھ بھی نہیں۔انسان فقط جسم مادی رکھتا ہے۔اس انسان کا ہدف، لذت، طاقت، قدرت اور دولت ہے، طاقتور انسان کو ہی جینے کا حق ہے۔ پس وہ دنیا کے تمام تر وسائل کو بروے کار لاتے ہوئے ترقی کرنا چاہتا ہے اور اس ترقی کے نتیجے میں اپنی ذات کے منفعت، لذت، قدرت کا خواہاں ہے۔

**نتیجہ بحث:** تعجب کی بات ہے کہ اسی انسان کے لیے ایسا نصاب تعلیم بنایا جائے گا تاکہ وہ ان اہداف کو حاصل کرسکے اور بس۔ جانے یا ان جانے میں ہم نے اپنی نسلوں کو ایک ایسی جنگ کے لیے تیار کر رہے ہیں جس کو ذاتی منفعت ،لذت اور قدرت کی جنگ قرار دیا جاسکتا ہے۔ ہم سب ایک لمحے کے لئے رکیں گے اور سوچیں گے کہ انسان کی کون سی تعریف کے مطابق موجودہ تعلیمی نظام بنایا گیا ہے؟ آیا موجودہ تعلیمی نظام انسان کی فلاح اور نجات کے ضامن ہیں؟ آیا انسان کی کامل اور جامع تعریف کے بغیر کوئی نظام کامیابی سے ہمکنار ہوسکتا ہے؟ آیا انسان کی مندرجہ بالا تعریفیں کامل ہیں؟ ان تعریفوں میں کیا نقص ہے؟ آیا انسان کی ایک ایسی تعریف کی جاسکتی ہے جو عقلی معیارات پر پورا اترتی ہے؟ اب کیا کرنا چاہیے؟ ہمارے خیال میں ہمیں ے اپنے بچوں اور نوجوانوں کی عقول کو مضبوط کرنا ہوگا۔ آئی/پی/فار/ سی اسی ہدف کو لے کر میدان عمل میں وارد ہوئی ہے۔

## آئی/پی/فار/سی کے نظریہ کی بنیاد پر تربیت شدہ انسان کے خدوخال

ہم پہلے ہی عقلی دلیلوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ انسان اور حیوان میں اصلی فرق تعقل و تفکر ہے اور انسان کی مادی اور روحانی ترقی تعقل اور تفکر کے بغیر ممکن نہیں۔ یہاں ہم آپ کی خدمت میں اس انسان کے فکری خدوخال پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو آئی/پی/فار/سی کے نظریہ کی بنیاد پر تربیت شدہ ہوں۔ یہ خدوخال درواقع، ایک عقلمند انسان کی وہ خصوصیات کی وہ فہرست ہے جس کا زیادہ تر حصہ، حضرت امام موسیٰ کاظم (ع) کی ایک حدیث سے لیا گیا ہے۔ (26)

1) دلیل کی اساس پر ایک بات کو قبول یا رد کرنا۔
2) دوسروں کے سہارے نہ چلنا، بلکہ مستقل طور پر ارادہ کرنا اور اس کو عملی جامعہ پہنانا۔
3) مختلف امور کے نتائج و عواقب کو دیکھنے کی توانائی کا حامل ہونا۔
4) عادات و تبلیغ کی تاثیر کو قبول نہ کرنا۔
5) خواہشات کو نظم دینے کی توانائی رکھنا۔
6) تسکین روح کا حامل ہونا۔
7) دوسروں کی آراء کی بابت انصاف کو ملحوظ خاطر رکھنا۔
8) سطحی نگری وظاہر بینی دوری سے اختیار کرنا۔
9) انفرادی مصلحت کے ساتھ ساتھ اجتماعی مصلحت کی طرف توجہ دینا۔
10) عظیم اہداف کی درجہ بندی۔
11) اپنی تشخیص کی اساس پر عمل کی قوت کا حامل ہونا۔
12) زندگی میں ترجیحات کی درجہ بندی اور اور وقت سے مطلوب فائدہ اٹھانے کی توانائی۔
13) حق کے تابع ہونا اور اس پر پائیدار رہنے کی طاقت۔
14) ایک موضوع پر مختلف جہات سے نگاہ ڈالنا۔
15) غلط قسم کی تبلیغ اور نشر واشاعت کا منطقی سامنا کرنا۔

16) حقیقت کی بابت غیرت و حمیت رکھنا۔
17) بہتر قواعد منطقی کو درک کرنا۔
18) دوراندیشی کی اساس پر فیصلے کرنا۔
19) سوچ سمجھ کر سوالوں کا جواب دینا۔
20) نافع و مفید اظہار نظر سب کے لیے۔
21) جب کسی چیلنج کا سامنا ہو تو مسائل کے حل کرنے کی توانائی کا حامل ہونا۔
22) خود نقادی کی طاقت رکھنا اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کی توانائی رکھنا۔
23) دوسروں کے ساتھ تعاون کی توانائی و اجتماعی امور میں شرکت۔
24) بحث و گفتگو میں ادب کو ملحوظ خاطر رکھنے کی توانائی کا حامل ہونا۔
25) دوستانہ اور تعمیری مقابلہ جات میں شرکت۔
26) سوالات میں دقت۔
27) تمرکز کی توانائی اور دوسروں کی بات کو توجہ سے سننا۔
28) بہتر فہم کے لیے استدلالی بحث کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا۔
29) فیصلہ کرتے وقت جذبات اور جلد بازی سے پرہیز۔

*****

# حوالہ جات

1 . Piaget's Theory of Cognitive and Affective Development: Foundation of constructivism, 5th edition by Barry J. Wadsworth.

2۔ ر، ک. حسین بن عبداللہ، ابن سینا؛ حسن حسن زادہ آملی؛ شرح الاشارات والتنبیہات نمط سوم، ص، ۳۴۷-۳۷۹؛
ر، ک. غلام رضا فیاضی، درآمدی بر معرفت شناختی، ۷۸/ ر، ک. محمد تقی، مصباح یزدی، آموزش فلسفہ ج۱ص۱۷۱۔

3۔ ر، ک: حسن حسن زادہ آملی، معرفت نفس، ص 3-5

4۔ جمیلہ، علم الہدی؛ نظریہ تعلیم وتربیت، ص ۲۲۶

5۔ قال الامام الصادق ع: اذا بلغ الغلام ثلاث سنین یقال لہ سبع مرات " لا الہ الا اللہ" ویترک، حتی یتم ثلاث سنین وسبعہ اشھر وعشرون یوما، فیقال لہ محمد رسول (ص) سبع مرات ویترک حتی یتم لہ اربع سنین۔ ثم یقال لہ سبع مرات: اللھم صلی علی محمد وآل محمد۔۔۔ وسایل الشیعہ، باب 82، ح 3، احکام اولاد/
اس حدیث پاک کی شرح کے لیے، ر۔ک: محمود بستانی؛ اسلام وروان شناسی. ص 72

6۔ حقائق اور واقعیات، کی دو اقسام ہیں: حقائق کی ایک قسم وہ وجودات اور موجودات ہیں جو جہان خارج میں پائے جاتے ہیں، مثلا؛ خدا، فرشتے، ستارے، کہکشان، زمین، درخت، حیوانات، انسان قوانین نور و، ان حقائق کو ہماری عقل نظری درک کرتی ہے۔

7۔ قال الصادق ع: الذی تکلمہ لبعض کلامک فیعرفہ کلہ: فذاک من عجنت نطفتہ بعقلہ، بحار الانوار، ج1، ص 97، عقل وجھل

8۔ امام حسن ابن علی ع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ: اطعمو حبالاکم اللبان فان الصبی اذا غذی فی بطن امہ باللبان، اشتد عقلہ۔ وسائل الشیعہ، باب 34 حدیث 1، 2، احکام اولاد۔

9۔ ر.ک/النجاۃ/ ابن سینا/ محمد تقی دانش پژوہ/ تہران/ 1364ش/ ص 165

10۔ ر، ک: استاد محمد تقی مصباح یزدی چکیدہ ای از اندیشہ ہای بنیادین اسلامی، ص، ۶۷/ محمد رضا امین زادہ، عقل در نظام دین، خلاصہ مطلب ص، ۲۸،۲۷،۱۶

11۔ یثیروا لھم دفائن العقول، نہج البلاغہ، خطبہ 1۔

12۔ المیزان، ج 8، ص 381

13۔ اس حقیقت کو تفکر وتعقل کے ساتھ تلاوت اور تجرباتی بنیادوں پر اساتذہ کی ورکشاپ میں ثابت کیا جاسکتا ہے۔

14۔ محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی، المحمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی، الکافی: ۱/۱۲/۱۱؛ المحاسن: ۱/۳۰۸/۶۰۹. عبدالواحد آمدی؛ غرر الحکم: ۹۶۰۵. محمد بن باقر بن محمد تقی المجلسی, بحار الانوار: ۱/۹۱/۲۲ ۷

15۔ ابی بکر احمد بن الحسین البیہقی, شعب الایمان: ۳۸۸/۵/ ۷۰۴۰، ابی شجاع شیرویہ بن شہردار الادیلمی الحمدانی، الفردوس: ۱۵۵/۳/ ۴۴۱۹؛ محمد بن باقر بن محمد تقی المجلسی, بحار الانوار: ۷۷/۱۷۵

16۔ابی بکر احمد بن الحسین البہقی, شعب الایمان: ۶/۱۶۱/۶۵۹ ۴ ابی محمد الحسن بین علی بن الحسین بی شعبہ الحرانی؛ تحف العقول: ۲۰۳. عبدالواحد آمدی؛ غرر الحکم: ح ۲۰۹۲

17۔ محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی، المحمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی، الکافی: ۸/۱۸۱/۲۰۳. ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی الامالی: ۷/۱۴۷. ۲۴۱؛ محمد بن باقر بن محمد تقی المجلسی, بحار الانوار: ۷۵/۱۰۸/۱۱؛ عبدالواحد آمدی؛ غرر الحکم: ۱۷۳۹

18۔ابی محمد الحسن بین علی بن الحسین بی شعبہ الحرانی, تحف العقول ح ۱۹۷

19۔Homo homini lupus" انسان، انسان کے لیے بھیڑیا ہے: آر سیناریا کے ڈرامے کا مشہور ڈائیلاگ کہ جس کو تھامس ہابز نے اپنی کتاب citizen میں لکھا جو 1662 میں شائع کی گئی . Wikipedia

20۔Darwinism

21۔بلکہ میں ہوں اس لیے تو سوچتا ہوں،

22۔Hume David, A Treatise of Human Nature , p.256

23۔ When adecadent type of man ascended to the rand of type of man that is strong and sure of life :

Standford Encyclopedia of philosophy 1edition 2011 / Nietzsche's Moral and Political Philosophy First published Thu Aug 26, 2004; substantive revision Wed Oct 7, 2015

24۔Standford Encyclopedia of philosophy 1edition 2011/freedom as the definition of man "Woman, man and he desire to be God"

25۔ .Sigmund SCholmo Fredu) ولادت سے لے زندگی کے آخری مرحلے تک انسان کی تمام تر نفسیاتی مشکلات کا حل اس کی جنسی خواہش کی تسکین میں چھپا ہوا ہے۔

26۔ اصول کافی، ج 1، ص 20 تا 29۔

# *THE LIFE AND CHARACTER OF THE HOLY PROPHET*
## *(A STUDY IS THE LIGHT OF NAHJ UL BALAGHAH)*

By: ***Prof. Dr. Roshan Ali***

***Key Words:*** *Injustice, Atheism and polytheism, life, role model, Prophets, light, Education and Upbringing.*

## *Abstract*

*God is the creator of human beings into which he has breathed His soul and made His vice-regent. He taught them what they knew not. He then gave them knowledge and law (Sharia) so that they may not go astray. With the growth of human population, difference among human beings increased to coup with those growing differences, God sent down prophets with religious, The chain of prophet hood came to end with our Prophet God gave the Prophet Holy Quran which is guide to all human beings. The arrival of the Prophet was in fact the arrival of Islam which replaced all previous religious system and breathed into human a soul that created feelings of Love and mercy is their hearts. Monotheism replaced atheism and polytheism. In this article, an attempt has been made to present the life and character of the Holy Prophet in the light of Nahaj al Balaghah.*

# نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار
## (نہج البلاغہ کی روشنی میں ایک مطالعہ)

پروفیسر ڈاکٹر روشن علی*
roshanali007@yahoo.com

**کلیدی کلمات:** بعثت، ظلم، کفر و شرک، سیرت، نمونہ عمل، انبیاء، نور، تعلیم و تربیت، ختم نبوت۔

**خلاصہ**

اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے جس میں اُس نے اپنی روح پھونکی اور اسے مسجود ملائکہ قرار دیکر اپنا نائب بنایا اور اسے وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ پھر اس کو علم و شریعت عطا کی تاکہ وہ گمراہی سے محفوظ رہے۔ انسانوں کی تعداد میں اضافے کے ساتھ ان میں اختلافات بھی پیدا ہونے لگے۔اللہ نے ان کے اختلافات کو مٹانے کے لیے اپنی طرف سے انبیاء کرام کو دین دے کر بھیجا۔انبیاء کرام کی آمد کا یہ سلسلہ آنحضرتؐ پر ختم ہوا۔اللہ نے آپؐ کو قرآن جیسی کتاب عطا کی جو تمام بنی نوع انسان کے لیے ہدایت ہے۔آپؐ لوگوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ در حقیقت نبی کریمؐ کی آمد دین اسلام کی آمد تھی ، جس نے تمام باطل ادیان کے فرسودہ نظام کو بدل کر رکھ دیا اور انسانوں کے اندر ایک ایسی روح پھونک دی، جس نے آپس میں محبت و اُلفت کے جذبوں کو پروان چڑھایا،خانہ خدا جہاں شرک و بت پرستی کی آلودگیوں سے صاف ہوا، وہاں ہر طرف توحید کے نغموں کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ کھوئی ہوئی انسانیت کو دوبارہ زندگی ملی۔اس مقالے میں نبی کریمؐ کی سیرت و کردار کو نہج البلاغہ کی روشنی میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے اور بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد آپؐ کی سیرت و کردار کو اُجاگر کیا ہے۔

*۔اسسٹنٹ پروفیسر اسلام آباد، ماڈل کالج برائے طلبہ، F-10/3، اسلام آباد

## مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر ضروریات کے علاوہ دو ایسی بنیادی ضرورتوں کا محتاج بنایا ہے، جن سے دست کش ہو کر وہ شاہراہ حیات پر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا ہے۔ ایک طرف اسے بقائے حیات کی خاطر اشیاء کے حصول کی ضرورت ہے، جو اس کی مادی اور جسمانی حوائج کی تکمیل کریں۔ دوسری طرف وہ مقصد تخلیق کی تکمیل کے لئے ایسی ہدایت اور رہنمائی کا محتاج ہے، جس سے وہ اخلاقی، تمدنی اور روحانی زندگی کی لذتوں سے بہرہ مند ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ان دونوں ضرورتوں کو بطور احسن پورا کیا ہے۔ بقائے حیات اور دیگر مادی اور جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اس نے کرہ ارض میں مختلف وسائلِ معیشت کا ایک لامتناہی خزانہ و دیعت فرما دیا۔ انسان نے اپنے عقل وتدبر کو کام میں لاتے ہوئے ہر دور میں اپنی ضروریات کے مطابق ہر چیز کائنات کے سینے سے اگلوائی ہے۔ اگر انسانی حیات کا مقصد پہلی ضروریات کی تکمیل تک محدود رہتا تو انسان ہر گز اشرف المخلوقات کہلانے کا حقدار نہیں تھا، اس لئے کہ دوسری جاندار مخلوق بھی اپنی زندگی کی بقاء کے لئے کم وبیش اپنی مادی ضرورتوں کی محتاج ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ انسان کو دیگر مخلوقات عالم سے منفرد وممتاز کرنے کے لئے باقاعدہ ہدایت اور مستقل رہنمائی کا نظام قائم کرنا اس کی فطری ضرورت تھی۔ چنانچہ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی پیدائش سے ہی اپنے انبیاء ورسلعلیہم السلام کا ایک طویل سلسلہ قائم رکھا تاکہ انسان اپنی ذاتی اور کائنات کی معرفت کے ساتھ ساتھ معرفت الٰہی بھی حاصل کرسکے اور یوں وہ زندگی کی حقیقت، اس کے مفہوم اور اس کے اعلیٰ مقاصد سے آشنا ہو۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے:

> ترجمہ: "اور بتحقیق ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی بندگی سے اجتناب کرو۔ پھر ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض کے ساتھ ضلالت پیوست ہو گئی۔ لہٰذا تم لوگ زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا تھا۔"

اس طویل سلسلہ کی آخری کڑی ہمارے پیارے نبی، خاتم الانبیاء والرسل سرور دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

> ترجمہ: "محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ خدا کے رسول اور نبیوں میں سے آخری نبی ہیں اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔"

اسی طرح امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام آپؐ کی ختم نبوت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس وقت بھیجا جبکہ رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور لوگوں میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔ چنانچہ آپؐ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپؐ ہی کے ذریعے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔ آپؐ نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، ان لوگوں سے جو اس (اللہ) سے پیٹھ پھیرے ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہم سر ٹھہرا رہے تھے۔"

سرزمین حرم کا حال دیکھیں تو بے دینی کی کوئی رسم نہیں تھی جو ادا نہ کی جاتی ہو۔ فواحش کی کوئی صورت نہیں تھی جو اپنائی نہ جاتی ہو۔ جنگ و جدال اور قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ، ظلم و ستم کے خون آشا مناظر قدم قدم در پیش تھے، شراب نوشی اور بدکاری قابل ستائش کارنامے شمار ہونے لگے اور معصوم بچیوں کو زندہ در گور کرنا عزت نفس اور عظمت و شرافت سمجھا جانے لگا۔ جس کی طرف قرآن کریم میں اس طرح اشارہ ہوا ہے:

ترجمہ: "اور جب زندہ در گور کی جانے والی بچی سے پوچھا جائے گا کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا ہے۔"

اس وقت فتنہ و فساد کی ان گھٹاؤں میں امید کا کوئی ستارہ نظر نہیں آرہا تھا، ظلم و جہالت کی ہولناک آندھیوں میں کرامتِ انسانی تیرگی کا شکار ہو رہی تھی۔ لیکن یہ قانونِ قدرت ہے کہ جب خزاں رسیدہ چمن کی ویرانیاں حد سے بڑھنے لگیں تو بہار کی پر کیف و جانفزا ہوائیں، گلشن ارضی میں شادابیاں لاتی ہیں، جب موسم گُل کی آمد ہوتی ہے تو مردہ درختوں کی خشک ٹہنیوں پر لہلاتی کونپلیں پھوٹتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے چمن در چمن پھولوں کی مہک کے قافلے کائنات کو دلفریب دھن بناتے چلے جاتے ہیں۔ عین اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایسے مردہ معاشرہ کو زندہ کرنے کے لیے اپنے حبیبؐ کو بھیجا۔ ان واقعات و حالات کی نشاندہی کرتے ہوئے امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: "اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا عالمین کا ڈرانے والا اور اپنی تنزیل و وحی کا امین بنا کر۔ اے گروہ عرب! اُس وقت تم بدترین دین پر تھے اور بدترین گھروں میں رہتے تھے۔ تم کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں زندگی گزارا کرتے تھے۔ تم گندا پانی پیتے تھے۔ لوٹا جھوٹا کھاتے تھے۔ تم ایک دوسرے کا (ناحق) خون بہایا کرتے تھے۔ قریبی رشتہ داروں سے قطع رحمی کیا کرتے تھے۔ تمہارے درمیان بت گھڑے ہوئے تھے اور گناہ تم سے چمٹے ہوئے تھے۔"

بالکل اسی طرح جب تاریخ انسانی کی یہ طویل ترین شبِ ظلمت اپنی انتہا کو پہنچی، تو مشیت الٰہی نے ایسی صبح کا اہتمام فرمایا، جو قیامت تک پھیلنے والی روشنی کی نقیب تھی، افق عالم پر وہ نورانی کرن چمکی جس کی ایک جھلک نے ہزاروں سالوں سے بھڑکی ہوئی آگ کے شعلوں کو خاکستر کرکے رکھ دیا، کسریٰ ایران کا وسیع و عریض اور قلعہ نما محل اپنی پائیداری، مضبوطی اور استحکام کے باوجود ایک ہیبت ناک آواز کے ساتھ پھٹ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے، جن کا عام حالات میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ساوا کا دریا جو کئی سالوں سے بہتا تھا اور لوگوں عبادت کا مرکز بنا ہوا تھا یکسر خشک ہو گیا۔ یہ وہی ذات مقدس تھی جنہیں ہم سرکار دو عالم، صاحب لولاک، خاتم الانبیاء والمرسلین وغیرہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ در حقیقت سرکار دو عالم کی آمد، دین اسلام کی آمد تھی، جس نے تمام باطل ادیان کے فرسودہ نظام بدل کرر کھ دیئے۔ پس اس صفحہ ہستی پر نئی الٰہی تہذیب و تمدن نے جنم لیا۔ انسانوں کے اندر ایک ایسی روح پھونک دی، جس نے آپس میں محبت و مروت کے جذبوں کی نشو و نما کی۔ شرک و بت پرستی کی آلودگیوں سے صاف ہوا اور ہر طرف توحید ربانی کے نغموں کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ اسی کیفیت کو حضرت علی علیہ السلام اس طرح بیان کرتے ہیں:

ترجمہ: "اللہ نے اپنے رسولؐ کو چمکتے ہوئے نور، روشن دلیل، کھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا۔ ان کا قوم و قبیلہ بہترین قوم و قبیلہ ہے۔ ان کا شجرہ بہترین شجرہ ہے، جس کی شاخیں سیدھی اور پھل جھکے ہوئے ہیں۔ ان کا مولد مکہ، اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے کہ جہاں سے آپ کا بول بالا ہوا اور آپ کا آواز چار سو پھیلا۔ اللہ نے آپ کو مکمل دلیل اور، شفا بخش نصیحت، اور (پہلی جہالتوں کی) تلافی کرنے والا پیغام دے کر بھیجا۔ اور ان کے ذریعے سے (شریعت کی) راہیں آشکارا کیں اور غلط بدعتوں قلع قمع کیا، اور قرآن و سنت میں بیان کئے ہوئے احکام واضح کئے۔" (1)

اسی طرح قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "اپنے رسولوں کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اسی نے بھیجا تا کہ اسے ہر دین پر غالب کردے اگرچہ مشرکین کو براہی لگے۔" (2)

اسی طرح امام المتقین امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: "اللہ سبحانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت بھیجا جب لوگ گمراہی میں سرگرداں تھے فتنوں میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے، خواہشات نے انہیں بہکا دیا تھا اور غرور نے ان کے قدموں میں لغزش پیدا کر دی

تھی، جاہلیت نے انہیں سبک سر بنا دیا تھا اور وہ غیر یقینی حالات اور جہالت کی بلاؤں میں حیران و سر گرداں تھے۔ آپ ﷺ نے نصیحت کا حق ادا کر دیا، سیدھے راستے پر چلے اور لوگوں کو حکمت اور موعظہ حسنہ کی طرف دعوت دی۔"

## نبی کریم ﷺ کا سلسلہ نسب اور شخصیت

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی سلسلہ نسب اور شخصیت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: "انبیاءؑ کرام کو پروردگار نے بہترین مقامات پر ودیعت رکھا اور بہترین منزل میں ٹھہرایا، وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے، جب ان میں سے کوئی گزرنے والا گزر گیا، تو دین خدا کی ذمہ داری بعد والے نے سنبھال لی، یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ اس (اللہ) نے انہیں، (محمدؐ کو) بہترین نشوونما والے معدنوں اور ایسی اصلوں سے جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہت باوقار تھیں، پیدا کیا۔ اس شجرہ سے جس سے بہت سے انبیاء پیدا کیے اور اپنے امین منتخب فرمائے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت، بہترین عترت ہے اور آپؐ کا خاندان شریف ترین خاندان ہے۔ آپؐ کا شجرہ وہ بہترین شجرہ ہے، جو سرزمین حرم پر اُگا ہے اور بزرگی کے سایہ میں پروان چڑھا ہے، اس کی شاخیں بہت طویل ہیں اور اس کے پھل انسانی دسترس سے بالاتر ہیں۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین تک پاک و مطہر اصلاب سے منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ آپؐ کا نورانی وجود اس دنیا میں آیا۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: " نبی ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور میں کبھی کسی ناپاک رحموں سے پیدا نہیں ہوا ہوں آدمؑ سے لے کر اپنے ماں باپ تک۔" (3)

یہی وہ شجرہ طیبہ ہے جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں ذکر فرمائی ہے۔

ترجمہ: "کیا تم نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال پیش کی ہے کہ کلمہ طیبہ شجرہ طیبہ کی مانند ہے، جس کی جڑ مضبوط گڑی ہوئی ہے اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دے رہا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں اس لیے دیتا ہے تاکہ لوگ نصیحتیں حاصل کریں۔" (4)

## رسول کریمؐ کی تربیت کا انتظام

رسول کریم ﷺ کی تربیت خود خداوند متعال نے کی ہے، جس کے متعلق حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دودھ بڑاہی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم الشان فرشتہ (روح القدس) کو آپ کے ساتھ لگا دیا تھا۔ جو آپ کو ہر روز دن و رات عظیم خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا۔'' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیہ مبارکہ: ''وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا۔۔۔الآیہ کے ذیل میں فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم! اللہ نے جبرئیل اور میکائیل سے بڑھ کر ایک اور مخلوق کو خلق کیا ہے جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتی تھی اور آپؐ کو آگاہی اور راہنمائی کرتی تھی اور وہ مخلوق آپ ﷺ کے بعد ائمہ کے ساتھ بھی ہے۔'' اسی طرح آپ ﷺ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا ہے اور اس نے مجھے بہترین ادب سکھایا ہے۔'' (5)

## آپ ﷺ سراپا ہدایت ہیں

امیر المؤمنین حضرت علی ابن طالب علیہ السلام آپؐ کی سیرت اور ذات گرامی کو سراپا ہدایت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: " آپؐ پرہیزگاروں کے امام اور ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے (سرچشمہ) بصیرت ہیں۔ آپؐ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لو دیتی ہے۔ آپؐ ایسا روشن ستارہ ہیں جس کا نور ضیا پاش ہے۔ آپؐ ایسا چقماق ہیں جس کی ضو شعلہ فشاں ہے۔ آپؐ کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا ہے اور ان کی سنت (سراپا) ہدایت ہے۔ آپؐ کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپؐ کا حکم عین عدل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا۔ بد عملی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، امتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی۔"(6)

## دلوں کی تالیف

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نبی کریم ﷺ سیرت و کردار کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:: ''اللہ نے آپؐ کے ذریعہ کینوں کو دفن کر دیا اور عداوتوں کے شعلے بجھا دیئے۔ لوگوں کو بھائی بھائی بنا

دیا اور کفر کی برادری کو منتشر کر دیا۔ذلیل سمجھے جانے والوں کو با عزت بنا دیا اور کفر کی عزت پر اکڑنے والوں کو ذلیل کر دیا ،آپؐ کا کلام شریعت کا بیان اور آپ کی خاموشی احکام کی زبان ہے۔" (7)

یقینا خداوند متعال نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے متحد کیا ان کو ایمان سے نوازا اسی طرح ان کے دلوں میں الفت و محبت پیدا کی۔ کینہ، حسد اور دشمنی سے ان کے سینوں کو پاک کر دیا۔اسی طرح ایک حدیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے کہ علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہدایت ہماری وجہ سے ہوئی ہے یا کسی ہمارے غیر کی وجہ سے ہوئی ہے ؟تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:"بلکہ ہدایت اللہ کی طرف قیامت تک ہماری وجہ سے ہوئی ہے۔ ہماری وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو شرک و گمراہی سے بچالیا ہے،اور ہماری وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو فتنہ کی گمراہی سے محفوظ رکھا ہے،اور ہماری وجہ سے شرک کی گمراہی سے نکل کر بھائی بھائی بن گئے ہیں،اور ہماری وجہ سے اللہ تعالیٰ اختتام کرے گا (اس دنیا کا) جس طرح اس نے ہماری وجہ سے ابتدا کی تھی۔" (8)

## بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد

آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے لوگوں کی اخلاقی اور تہذیبی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی۔آپ ﷺ نے ان کی حالت بدلی۔اس حوالے سے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگوں کے حالات اور آپؐ کی عظمت و مقام کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :"آپؐ کی بعثت اس وقت ہوئی جب لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جن سے ریسمان دین ٹوٹ چکی تھی، یقین کے ستون متزلزل ہو گئے تھے، اصول میں شدید اختلاف تھا اور امور میں سخت انتشار تھا، مشکلات سے نکلنے کے راستے تنگ و تاریک ہو گئے تھے، ہدایت گمنام تھی اور گمراہی برسر عام تھی۔ (9) ایسے حالات میں آپ ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپؐ نے لوگوں کو اندھیرے سے نکالا نور کی طرف لے آئے، تاریکیوں کا

خاتمہ کیا، ہدایت کے راستوں کو واضح کیا، جاہل قوم کے درمیان علوم کی ندیاں بہائیں تو یہ جاہل قوم عالم بن گئی، گمراہ قوم ہادی بن گئی، ظالم قوم رحمدل اور شفیق بن گئی۔ قرآن کریم میں اسی ہدایت کے بارے میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''جس سے خدا اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے انہیں اندھیرے (اور ظلمتوں) میں سے نکال کر (نور اور) روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور ان کو سیدھے راستہ پر چلاتا ہے۔'' (10)

اسی طرح ایک اور مقام پر بعثت سے پہلے لوگوں کے حالات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت بھیجا جبکہ لوگ گمراہیوں میں چکر کاٹ رہے تھے اور حیرانیوں میں غلطان و پیچاں تھے۔ ہلاکت اور تباہی و بربادی کی مہاریں انہیں کھینچ رہی تھیں اور زنگ و کدورت اور نفرت کے تالے ان کے دلوں پر لگے ہوئے تھے۔(11)۔ آپ ﷺ نے پست معاشرہ کو عظمت بخشی۔ اس حوالے سے امیر المؤمنین علی ابن طالب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ سبحانہ نے آپ ﷺ کو اپنی رسالت کی پیغام رسانی اور امت کی عظمت و سرفرازی کا ذریعہ قرار دیا، اہل عالم کے لیے بہار اور مددگاروں کے لیے رفعت و بلندی و انصار کی عزت و شرافت کا سبب قرار دیا۔(12) اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہی نے امت کو عزت و عظمت بخشی اور آپؐ ہی نے اسلامی معاشرہ کو سربلندی عطا کی۔اسی طرح ایک مقام پر نبی کریم ﷺ کی بعث کے وقت لوگوں کی کیفیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''پھر یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے محمد ﷺ کو اس وقت حق کے ساتھ مبعوث کیا جبکہ فنا نے دنیا کے قریب ڈیرے ڈال دیئے اور آخرت سر پر منڈلانے لگی،اس کی رونقوں کا اجالا اندھیرے سے بدلنے لگا اور اپنے رہنے والوں کے لیے مصیبت بن کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا فرش درشت و ناہموار ہو گیا اور فنا کے ہاتھوں میں باگ ڈور دینے کے لیے آمادہ ہو گئی۔ یہ اس وقت کہ جب اس کی مدت اختتام پذیر اور (فنا کی) علامتیں قریب آ گئیں۔ اس کے بسنے والے تباہ اور اس حلقے کی کڑیاں الگ ہونے لگیں۔ اس کے بندھن پراگندہ اور نشانات بوسیدہ ہو گئے۔ اس کی عیب کھلنے لگے اور پھیلے ہوئے دامن سمٹنے لگے۔ اللہ نے آپ کو پیغام رسانی اور امت کی سرفرازی کا ذریعہ اہل عالم کے لیے بہار اور یاوانصار کی رفعت و عزت کا سبب قرار دیا۔'' (13)

آپ ﷺ کی بعثت کی برکت سے شیطان مایوس ہو گیا اور اس نے ایک چیخ ماری، اس کیفیت کو حضرت علی علیہ السلام یوں بیان کرتے ہیں کہ "جب آپ ﷺ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی، جس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ (آواز) شیطان (کی) ہے، جو اپنے عبادت کئے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔" (14)

## نماز کی پابندی اور برقراری

قرآن کریم میں ارشاد رب العزت ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔(15)

ترجمہ: ''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہیں۔''

اسی حکم کی روشنی میں ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ نہ تنہا خود نماز کی پابندی کیا کرتے تھے، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی پابندی کا حکم دیتے۔ اس کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ باوجود یکہ کہ انہیں جنت کی نوید دی جا چکی تھی بکثرت نماز پڑھتے تھے، اپنے کو زحمت و تعب میں ڈالتے تھے۔ چونکہ انہیں اللہ کا ارشاد تھا کہ "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو"، چنانچہ حضرت اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید بھی فرماتے تھے اور خود بھی اس کی بجاآوری میں زحمت و مشقت برداشت کرتے تھے۔'' (16)

## حکمت و دانائی کی تعلیم

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو جہالت سے نکالا اور انہیں حکمت و دانائی کی ایسی تعلیم دی کہ جاہل عالم بن گئے، مریض حکیم بن گئے۔ مولائے متقیان امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام رسول کریم ﷺ کی اس سیرت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو سمجھانے بجھانے کا پورا حق ادا کیا۔ خود سیدھے راستے پر جمے رہے اور حکمت و دانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف انہیں بلاتے رہے۔'' (17) نیز آپ ﷺ نے ہمیشہ لوگوں کی ہدایت میں حکمت سے کام لیا اور جہاں موقعہ ملتا وہاں لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ اکثر اوقات ان کے پاس چل کر جاتے تھے اور بار بار جاتے تھے تاکہ کوئی انسان گمراہ نہ رہے۔ اس کے متعلق حضرت علی علیہ السلام ارشاد

فرماتے ہیں کہ :''آپ ﷺ وہ طبیب تھے جو اپنی طبابت کو لیے ہوئے چکر لگا رہا ہو، جس نے اپنے مرہم کو درست کر لیا ہو اور داغنے کے آلات کو تپا لیا ہو،وہ اندھے دلوں ، بہرے کانوں گونگی زبانوں (کے علاج معالجہ )میں جہاں ضرورت ہوتی ہے،ان چیزوں کو استعمال میں لاتا ہو اور دوا لیے ایسے غفلت زدہ اور حیرانی و پریشانی کے مارے ہوؤں کی کھوج میں لگا رہتا ہو۔''(18)

آپ ﷺ کی تبلیغ کا اثر یہ تھا کہ بقول امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام:''ان کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دیئے گئے تھے اور نگاہوں کے رخ موڑ دیئے گئے تھے۔خدا ان کی وجہ سے فتنے دبا دیئے اور عداوتوں کے شعلے بجھا دیئے۔بھائیوں میں الفت پیدا کر دی۔جو کفر میں اکٹھے تھے انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا تھا۔اسلام کی پستی وزلت کو عزت بخشی،اور کفر کی عزت وبلندی کو ذلیل کر دیا۔ان کا کلام شریعت کا بیان اور سکوت احکام کی زبان تھی۔'' (19)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبلّغ کا مقام و مرتبہ عطا کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لیے جنت کی خوشخبری سنانے والا (بشیر) اور خطرناک انجام اور حالات واقعات سے متنبہ کرنے والا اور جہنم سے ڈارنے والا (نذیر) بنا کر بھیجا ہے۔حضرت علی علیہ السلام رسول کریم کے بشیر نذیر ہونے کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ :"اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا،اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔آپؐ بچپنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی شرف کائنات تھے۔اور پاک لوگوں میں خصلت کے اعتبار سے پاکیزہ تر تھے۔جود سخا میں ابر صفت برسائے جانے والوں میں سب سے زائد لگاتار برسنے والے تھے۔" (20)

## زہد وورع

امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے زہد وورع کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ :"آپ ﷺ نے اس دنیا کو ذلیل وخوار سمجھا اور پست وحقیر جانا اور یہ جانتے تھے کہ اللہ نے آپ کی شان کو بالاتر سمجھتے ہوئے اس دنیا کو آپ سے الگ رکھا ہے۔اس دنیا کو گھٹیا سمجھتے ہوئے دوسروں کے لیے اس کا دامن پھیلا دیا ہے۔لہذا آپ نے دنیا سے دل سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اس کی یاد کو دل سے بالکل نکال دیا اور یہ چاہا کہ اس کی سج دھج نگاہوں سے اوجھل رہے کہ نہ اس سے عمدہ لباس زیب تن فرمائیں اور نہ کسی خاص مقام کی امید کریں۔آپ نے پروردگار کے

پیغام کو پہنچانے میں سارے عذر اور بہانے بر طرف کر دیئے اور امت کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے نصحیت فرمائی۔ جنت کی بشارت سنا کر اس کی طرف دعوت دی اور جہنم سے بچنے کی تلقین کر کے خوف پیدا کرایا۔"(21)

امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زہد و تقوی کو، ایک اور مقام پر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو (صرف ضرورت بھر) چکھا اور اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں سب سے زیادہ شکم تہی میں بسر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دنیا کی پیش کش کی گئی، تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور (جب) جان لیا کہ اللہ نے ایک چیز کو برا جانا ہے تو آپؐ نے بھی اسے برا ہی جانا۔"(22)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عاجزی کے متعلق حضرت علی علیہ السلام اس طرح ارشاد فرماتے ہیں کہ آپؐ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے جوتی ٹانکتے تھے۔ اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے۔ بے پالان گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو بیٹھا بھی لیتے تھے۔(23) اسی طرح کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک حدیث کے مطابق؛"جب سے اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا وفات تک کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد کی طرح کھانا کھاتے تھے، عبد کی طرح بیٹھتے تھے، راوی نے پوچھا ایسا کیوں کرتے تھے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے حضور تواضع کی خاطر کیا کرتے تھے۔(24) اسی طرح ایک اور حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام اس طرح فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد کی طرح کھانا کھاتے تھے، عبد کی طرح بیٹھتے تھے، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ عبد (خدا) ہیں۔(25) اسی طرح وسائل الشیعہ میں ایک حدیث مروی ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ص يَرْقَعُ ثَوْبَهُ وَ يَخْصِفُ نَعْلَهُ وَ يَحْلُبُ شَاتَهُ وَ يَأْكُلُ مَعَ الْعَبْدِ وَ يَجْلِسُ عَلَى الْأَرْضِ وَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ وَ يُرْدِفُ وَ لَا يَمْنَعُهُ الْحَيَاءُ أَنْ يَحْمِلَ حَاجَةً مِنَ السُّوقِ إِلَى أَهْلِهِ وَ يُصَافِحُ الْغَنِيَّ وَ الْفَقِيرَ وَ لَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِ أَحَدٍ حَتَّى يَنْزِعَهَا هُوَ وَ يُسَلِّمُ عَلَى مَنِ اسْتَقْبَلَهُ مِنْ غَنِيٍّ وَ فَقِيرٍ وَ كَبِيرٍ وَ صَغِيرٍ وَ لَا يُحَقِّرُ مَا دُعِيَ إِلَيْهِ وَ لَوْ إِلَى حَشَفٍ۔ (26)

یعنی: "نبی کریم ﷺ اپنے کپڑے خود سیتے تھے، اپنی جوتیوں کو خود ٹانکے لگاتے تھے، بکریوں کا دودھ خود دوہتے تھے، غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، زمین پر بیٹھتے تھے، گدھے پر سواری کرتے تھے اور کسی کو اپنے ساتھ بٹھاتے تھے، اپنے گھر والوں کے لیے بازار سے جا کر چیزیں لانے میں کوئی حیا محسوس نہیں کرتے تھے، امیر اور غریب دونوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے اور ہاتھ کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب دوسرا بندہ خود نہ چھوڑ دے، جو بھی سامنے آتا تھا اس کو سلام کرتے تھے چاہے وہ امیر ہو یا غریب، بڑا ہو یا چھوٹا، جب بھی کوئی دعوت دی جاتی تھی اس کی تحقیر نہیں کرتے تھے چاہے کوئی بے ذائقہ کھجو ہی کیوں نہ پیش کرتا۔"

آپ ﷺ کی پرہیزگاری کا اعالم یہ تھا کہ نہج البلاغہ کے مطابق: "گھر کے دروازے پر (ایک دفعہ) ایسا پردہ پڑا تھا جس میں تصویریں تھیں تو آپ نے اپنی ازواج مین سے ایک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اسے میری نظروں سے ہٹا دو۔ جب میری نظریں اس پر پڑتی ہیں تو مجھے دنیا اور اس کی آرائشیں یاد آجاتی ہیں۔ آپ نے دنیا سے دل ہٹا لیا تھا اور اس کی یاد تک اپنے نفس سے مٹا ڈالی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ اس کی سج دھج نگاہوں سے پوشیدہ رہے تا کہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں اور نہ اسے اپنی منزل خیال کریں اور نہ اس میں زیادہ قیام کی آس لگائیں۔ انہوں نے اس کا خیال نفس سے نکال دیا اور دل سے اسے ہٹا دیا تھا اور نگاہوں سے اسے اوجھل رکھا تھا۔ اسی طرح ہی ہوتا کہ جو شخص کسی بھی شے کو برا سمجھتا ہے تو اسے نہ دیکھنا چاہتا ہے اور نہ ہی اس کا ذکر سننا گوارا کرتا ہے۔" (27)

## آپ ﷺ کا دین، آئینِ زندگی

اللہ تعالٰی نے لوگوں کی ہدایت و راہنمائی کے لیے اپنے حبیب ختمی مرتبت سید الکونین رسول خدا حضرت محمد مصطفی ﷺ کو قرآن کریم بطور شریعت عطا فرمایا۔ آپ ﷺ کی شریعت بنی نوع انسان کے لئے آئینِ زندگی ہے۔ اس حوالے سے حضرت علی علیہ السلام قرآن کریم کے متلعق ارشاد فرماتے ہیں:

یعنی: "اللہ تعالٰی نے آپؐ پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جو سراپا نور ہے، جس کے کی قندلیں گل نہیں ہوتیں۔ وہ ایسا چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی۔ وہ ایسا دریا ہے جس کی تھاہ نہیں لگائی جاسکتی۔ وہ ایسی شاہراہ ہے جس میں راہ پیائی بے راہ نہیں کرتی۔ وہ ایسی کرن ہے جس کی چھوٹ مدہم نہیں پڑتی۔ وہ ایسا حق و

باطل میں امتیاز کرنے والا ہے جس کی دلیل کمزور نہیں پڑتی۔۔۔وہ ایسی منزل ہے کہ جس کی راہ میں کوئی راہرو بھٹکتا نہیں۔وہ ایسا نشان ہے کہ چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔وہ ایسا ٹیلہ ہے کہ حق کا قصد کرنے والے اس سے آگے گزر نہیں سکتے۔اللہ نے اسے عالموں کی تشنگی کے لیے سیرابی قرار دیا ہے۔ فقیہوں کے دلوں کے لیے بہار اور نیکوں کی راہ گزر کے لیے شاہراہ قرار دیا ہے۔یہ ایسی دوا ہے کہ جس سے کوئی مرض نہیں رہتا۔ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گزر نہیں۔ایسی رسی ہے کہ جس کے حلقے مضبوط ہیں، ایسی چوٹی ہے کہ جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے۔جو اس سے وابستہ ہو اس کے لیے سرمایہ عزت ہے جو اس کے حدود میں داخل ہو اس کے لیے پیغام صلح و امن ہے۔جو اس کی پیروی کرے اس کے لیے ہدایت ہے۔جو اسے اپنی طرف نسبت دے اس کے لیے حجت ہے۔جو اس کی رو سے بات کرے اس کے لیے دلیل و برہان ہے۔جو اس کی بنیاد پر بحث و مناظرہ کرے اس کے لیے گواہ ہے۔جو اسے حجت بنا کر پیش کرے اس کے لیے فتح و کامرانی ہے۔جو اس کا بار اٹھائے یہ اس کا بوجھ بٹانے والا ہے۔جو اسے اپنا دستورالعمل بنائے اس کے لیے تیزگام مرکب ہے۔یہ حقیقت شناس کے لیے ایک واضح نشان ہے۔" (28)

## خاتمہ: رسول کریم ﷺ کی سیرت ہی نمونہ عمل ہے

اگر آپ ﷺ کی سریت طیبہ کے برجستہ پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو انسان اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس کے لئے آپ ﷺ کی ذات گرامی کے علاوہ کوئی دوسرا شخص آئیڈیل نہیں بن سکتا۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد گرامی ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (29) ترجمہ:"(اے پیغمبر) کہہ دیجئے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے در گزر فرمائے گا اور اللہ نہایت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

اگر ہم نہج البلاغہ کے خطبات کو دیکھیں تو ہمیں حضرت علی علیہ السلام لوگوں کو آپ ﷺ کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔آپ کا فرمان ہے:"پس پیروی کرنے والے کو چاہیے کہ آپ

ﷺ کی پیروی کرے۔اور آپ کے نقش قدم پر چلے اور آپ ہی کی منزل میں آئے ورنہ ہلاکت و بربادی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔کیونکہ اللہ نے ان کو (قرب) قیامت کی نشانی بنایا ہے اور (اسی طرح) جنت کی خوشخبری سنانے والا بنایا اور عذاب (جہنم) سے ڈرانے والا قرار دیا ہے۔دنیا سے آپ بھوکے نکل کھڑے ہوئے اور آخرت میں سلامتیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے تعمیر کے لیے کبھی پتھر پر پتھر نہیں رکھا۔" (30)

اس حوالے سے حضرت علی علیہ السلام مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ: "بیشک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی پیروی کے لیے کافی ہے۔آپ کی ذات (گرامی) دنیا کی مذمت اور نقص و عیب اور اس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کے لیے رہنما ہے۔اس لیے کہ اس دنیا کے دامنوں کو آپؐ سے سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کے لیے اس کی وسعتیں مہیا کر دی گئیں۔اور اس (زالِ دنیا کی چھاتیوں سے) آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا ہے اور اس کی آرائشوں سے کنارہ کش کر دیا گیا۔" (31) بنابریں: "تم لوگ اپنے پاک و پاکیزہ نبی ﷺ کی پیروی کرو کیونکہ آپ کی ذات پیروی کرنے والوں کے لیے بہترین نمونہ عمل ہے اور صبر کرنے والوں کے لیے ڈھارس ہے۔اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب وہ بندہ ہے جو اللہ کے نبی ﷺ کی پیروی کرے اور آپ کے نقش قدم پر چلے۔"۔(32)

*****

# حوالہ جات

1۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۹، ص ۳۳۳

2۔القرآن الکریم، سورہ توبہ، آیت ۳۳

3۔المعجم الأوسط للطبرانی، باب العین، من اسمہ : عبد الرحمٰن، حدیث : ۴۸۳۰/دلائل النبوۃ لأبی نعیم الأصبہانی - ذکر فضیلتہ صلی اللہ علیہ وسلم بطیّب مولدہ، حدیث : ۱۴/المطالب العالیۃ للحافظ ابن حجر العسقلانی، کتاب السیرۃ والمغازی، باب اولیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشرف اصلہ، حدیث : ۴۳۰۵)/ابن بابویہ، محمد بن علی (المتوفی : ۳۸۱ھ) "اعتقادات الامامیۃ" (للصدوق)، ناشر : کنگرہ شیخ مفید قم ایران، طبع دوم، سال ۱۴۱۴ھ، صفحہ ۱۱۰/کوفی، فرات بن ابراہیم (المتوفی : ۳۰۷ھ) تفسیر فرات الکوفی، ناشر : مؤسسۃ الطبع والنشر فی وزارۃ الارشاد الاسلامی، تہران ایران، طبع اول ۱۴۱۰ھ صفحہ ۲۹

4۔ سورۃ ابراہیم، آیت ۲۴-۲۵

5۔امام فخر الدین رازی : "مفاتیح الغیب"، جلد ۶، صفحہ ۵۲۶، ناشر : دار الاحیا التراث العربی بیروت لبنان، طبع سوم، سال ۱۴۲۰ھ / العروسی الحویزی، عبد علی بن جمعۃ (المتوفی : ۱۱۲۳ھ) تفسیر نور الثقلین، ناشر : اسماعیلیان، قم ایران، طبع چہارم سال ۱۴۱۵ھ جلد ۵، صفحہ ۳۹۲

6۔ نہج البلاغہ خطبہ ۹۲، ص ۲۲۵

7۔ایضا، خطبہ ۹۴، ص، ۲۲۶

8۔الشیخ الصدوق ابن بابویہ محمد بن علی (المتوفی : ۳۸۱ھ) کمال الدین وتمام النعمۃ، ناشر : اسلامیہ تہران، طبع دوم، سال ۱۳۹۵ھ/ابن بابویہ علی بن حسین (المتوفی : ۳۲۹ھ)، "الامامۃ والتبصرۃ من الحیرۃ"، ناشر : مدرسہ الامام المہدی عجّل اللہ تعالی فرجہ الشریف، قم ایران، طبع اول، سال ۱۴۰۴

9۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲، ص ۷۰-۷۱

10۔ سورۃ المائدہ : آیت ۱۶

11۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۹، ص ۴۰۲-۴۰۳

12۔ایضا، خطبہ، ۹۶، ص ۴۳۸-۴۳۹

13۔ ایضا، خطبہ، ۹۶، ص ۴۳۸-۴۳۹

14۔ ایضا، خطبہ ۱۹۰، ص ۴۱۹

15۔ سورہ طہ۔ آیت ۱۳۲

16۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۷، ص ۴۴۱

17۔ ایضا، خطبہ ۹۳، ص۲۲۶

18۔ ایضا، خطبہ ۱۰۶، ص ۲۴۲

19۔ ایضا، خطبہ ۹۴، ص ۲۲۶

20۔ ایضا، تشریح طلب قول،۹، ص ۶۹۳

21۔ ایضا، خطبہ ۱۰۷، ص ۲۴۹

22۔ ایضا، خطبہ ۱۵۸، ص ۳۳۱

23۔ ایضا، خطبہ ۱۵۸، ص ۳۳۲

24۔ کلینی، محمد بن یعقوب (الموفی: ۳۲۹ھ)، الکافی، ناشر: دار الکتب الاِسلامیۃ، تہران ایران، طبع چہارم، سال ۱۴۰۷ھ جلد۶، صفحہ ۲۷۰/برقی احمد بن محمد بن خالد (الموفی: ۲۷۴ یا ۲۸۰ھ) المحاسن، ناشر: دار الکتب الاِسلامیۃ قم ایران، طبع دوم سال ۱۳۷۱ھ، جلد ۲ صفحہ ۴۷۵) /الحر العاملی الشیخ محمد بن الحسن (المتوفی: ۱۱۰۴ھ)، "وسائل الشیعہ (آلبیت)" ناشر: مؤسسہ آل بیت علیہم السلام لاحیاء التراث قم۔ایران، طبع ثانی ۱۴۰۹ھ، جلد ۲۴، صفحہ ۲۵۱

25۔الکافی جلد۶، صفحہ ۲۷۱، /طوسی، محمد بن الحسن (المتوفی: ۴۶۰) تہذیب الأحکام، ناشر: دار الکتب الاِسلامیہ، تہران ایران، طبع چہارم، سال ۱۴۰۷ھ/برقی، احمد بن محمد بن خالد (المتوفی: ۲۷۴ھ یا ۲۸۰ھ) المحاسن، ناشر: دار الکتب الاِسلامیۃ، قم ایران، طبع دوم، سال ۱۳۷۱ھ، جلد ۲، صفحہ ۴۵۷، جلد ۹ صفحہ ۹۳

26۔ شیخ حر عاملی، محمد بن حسن ( المتوفی: ۱۱۰۴) تفصیل وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ، ناشر: مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام، قم ایران، طبع اول، سال ۱۴۰۹ھ جلد۵، صفحہ ۵۴/دیلمی، حسن بن محمد (المتوفی: ۸۴۱ھ) إرشاد القلوب إلی الصواب، ناشر: الشریف الرضی، قم ایران، طبع اول، سال ۱۴۱۲ھ، جلد۱، صفحہ ۱۱۵

27۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۸، ص ۳۳۲

28۔ ایضا، خطبہ: ۱۰۳، ص ۲۳۷-۲۳۸

29۔ سورۃ آل عمران: آیت ۳۱

30۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۸، ص ۳۳۲-۳۳۳

31۔ ایضا، خطبہ ۱۵۸، ص ۳۳۰

32۔ ایضا، خطبہ ۱۵۸، ص ۳۳۱

# *QURANIC SERVICES OF HAZRAT ALI AND HIS FOLLOWERS*

By: ***Syed Muzammil Hussain Naqvi***

***Key Words:*** *Quraan, Mushaf, compilation of revelation, Hazrat Ali, Followers of Hazrat Ali, diacritical marks.*

## *Abstract*

*Quran is a complete and comprehensive book which is immune from every Flaws and defect. It was is for this reason that the infalliable Imams stressed not only on maintaining a connection with the Quran, but they also paid special attention to teaching the Quran, writing the divine revelation, compilation of the Qurans its or thography and recitation. Hazrat Ali is among the three people whose status of being the writers of the revelation is beyond any contestations. Most of the researchers and historians are of the view that it was Imam Ali who first compiled the chapters of the Holy Quran, to be followed later by Zaid bin Thabit and other companions. The Mushaf, compiled by Imam Ali, had many features which were absent in other Mushafs. Furthermore, the process of diacritical marks started by the instruction of Imam Ali. Some famous styles of recitation also owe their origins to the Imam Ali. In this article a detailed account of the basic Quranic services of Imam Ali and his folowers has been presented.*

# حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کی قرآنی خدمات

سید مزمل حسین نقوی*
syedmuzammilhussainnaqvi@gmail.com

**کلیدی کلمات:** قرآن، مصحف، کتابت وحی، حضرت علی علیہ السلام، پیروان علی علیہ السلام، اعراب گذاری۔

**خلاصہ**

قرآن کریم ایک مکمل اور جامع کتاب ہے جو ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ معصومینؑ نے نہ تنہا قرآن کے ساتھ تعلق قائم رکھنے پر بہت زور دیا ہے، بلکہ آغاز وحی سے لے کر اب تک قرآن کی تعلیم کو عام کرنے، وحیِ الٰہی کی کتابت، اعراب گذاری، رسم الخط، جمع آوری اور قرات میں سے ہر ایک پر خصوصی توجہ دی ہے۔ جن تین افراد کے کاتبینِ وحی ہونے پر تمام مورخین کا اتفاق ہے اُن میں حضرت علی علیہ السلام سرِفہرست ہیں۔ اکثر محققین اور مورخین اس نظریہ کے قائل ہیں کہ رحلت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام نے قرآنی سوروں کی جمع آوری کا کام انجام دیا اور آپ کے بعد زید ابن ثابت اور دوسرے صحابہ کرام نے یہ کام انجام دیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے جو مصحف ترتیب دیا اس میں کئی ایسی خصوصیات پائی جاتی تھیں جو دوسرے مصاحف میں نہیں تھیں۔ اسی طرح قرآن کی اعراب گذاری حضرت علی علیہ السلام کے ارشاد پر ہوئی اور بعض مشہور قرائات کا سلسلہ بھی حضرت علی علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں نے جو بنیادی قرآنی خدمات انجام دی ہیں ان کی تفصیل اس مقالہ میں پیش کی گئی ہیں۔

*۔مدرس جامعۃ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے جو صحیفے اور آسمانی کتابوں کی روشنی میں انسان کی ہدایت کرتے رہے۔ قرآن کریم وہ آسمانی کتاب ہے جو آخر نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی۔ یہ ایک مکمل اور جامع کتاب ہے۔ جو ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہے۔ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ (1)۔ یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں کی تعلیمات کی حامل ہے۔ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۔ (2) ترجمہ: "اے رسولؐ ہم نے آپ پر ایک برحق کتاب نازل کی جو اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اس جیسی کتاب نہ دنیا میں آئی ہے اور نہ آئے گی۔" خود قرآن کریم واضح الفاظ میں یہ اعلان کر رہا ہے کہ:

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ (3)

ترجمہ: "اے حبیبؐ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن اس بات پر اکٹھا ہو جائیں کہ وہ قرآن جیسی کتاب لے آئیں تو وہ ہر گز نہیں لا سکیں گے چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔

قرآن کریم اسرار کائنات، اعلیٰ ترین معارف الٰہی، اسرارِ توحید، صفاتِ انبیاء علیہم السلام معاشرتی اصول و قوانین، شناخت انسان، اس کے کمال و فضائل، اس کا انجام، ماضی اور مستقبل کی غیبی خبریں، اجتماعی اور انفرادی حقوق جیسے تمام ضروری معارف اور حقائق کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول خدا ﷺ اور ائمہ معصومینؑ نے قرآن کے ساتھ تعلق قائم رکھنے پر بہت زور دیا ہے۔ جو قرآن کے ساتھ تمسک رکھے گا ہر میدان میں کامیاب رہے گا۔ ہر فتنے سے محفوظ رہے گا اور دنیا و آخرت میں خوش بخت رہے گا۔ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

فاذا التبست عليكم الفتن كقطع الليل المظلم فعليكم بالقرآن فانه شافع مشفع وماحل مصدق ومن جعله امامه قاده الى الجنة و من جعله خلفه ساقه الى النار وهو الدليل يدل على خير سبيل وهو كتاب فيه تفصيل وبيان وتحصيل وهو الفصل ليس بالهزل وله ظهر وبطن فظاهره حكم وباطنه علم ظاهره انيق و باطنه عميق لا تحصى عجائبه ولا تبلى غرائبه فيه مصابيح الهدىٰ ومنار الحكمة۔ (4)

ترجمہ: "جب بھی فتنے تمہیں تاریکی شب کی طرح گھرلیں تو قرآن کا دامن تھام لو۔ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ جس کی شکایت تسلیم کی جاتی ہے۔ جس نے اسے راہنما بنایا، اسے جنت میں لے گیا۔ جس نے اِس سے رخ پھیرا اسے جہنم کا راہی بنادیا۔ قرآن بہترین راستے کی راہنمائی کرنے والا ہے۔ ایسی کتاب ہے جس میں تفصیل بھی ہے، حق کا بیان اور اس کی تحصیل بھی ہے۔ حق و باطل کو جدا کرنے والا ہے۔ اس میں کوئی غیر ضروری بات نہیں ہے۔ اس کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ ظاہر میں حکم ہے اور باطن میں علم۔ ظاہر خوبصورت ہے اور باطن انتہائی گہرا۔ اس کے عجائب کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے غرائب بوسیدہ نہیں ہوتے۔ اس میں ہدایت کے چراغ اور حکمت کے منار ہیں۔"

قرآن کریم کی اہمیت کے پیش نظر اہل بیت علیہم السلام اور آپؑ کے ماننے والوں نے آغاز وحی سے لے کر اب تک اس پر خصوصی توجہ دی ہے۔ کتابت وحی، اعراب گذاری، رسم الخط جمع آوری اور قرات ہر ایک میں مکتب اہل بیتؑ ہی سر فہرست نظر آتا ہے۔

## کتابتِ وحی

جب بھی وحی نازل ہوتی تھیں رسول خدا ﷺ اسے لکھواتے تھے۔ جو افراد وحی لکھتے تھے انہیں کاتبان وحی کہا جاتا تھا۔ ان کی تعداد کتنی تھی۔ اس بارے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ابن عساکر اپنی کتاب تاریخ مدینہ دمشق میں کاتبان وحی کی تعداد ۲۳، ابن عبدالبر ے ۲۵ اور برہان الدین حلبی نے ۴۳ بتائی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے عہد وپیمان بھی لکھوائے خطوط بھی لکھوائے آیات قرآن بھی لکھوائے اور صلح نامے بھی لکھوائے۔ پھر کچھ افراد باقاعدہ آیت لکھنے پر مامور تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں کچھ آیات دوسرے افراد نے لکھی تھیں۔ مورخین نے ان سب کو کاتبین وحی میں شامل کردیا۔ بہر حال تین افراد ایسے تھے جن پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ کاتبین وحی تھے۔ حضرت علیؑ، حضرت ابی ابن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ۔ اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

**کان (معاویه) احد کتاب رسول الله ﷺ واختلف فی کتابته له کیف کانت فالذی علیه المحققون من اهل السیرة ان الوحی کان یکتبه علی علیه السلام وزید بن ثابت وزیدبن ارقم وان حنظلة بن الربیع**

التیمی معاویه ابن ابی سفیان کانا یکتبان له الی الملوک والی رؤساء القبائل ویکتبان حوائجه بین یدیه ویکتبان مایجئ من اموال الصدقات ومایقیم فی اربابها۔(5)

یعنی: "معاویہ رسول خداﷺ کے لئے کتابت کرتے تھے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ کیا لکھتے تھے۔ سیرت نگار اس پر متفق ہیں کہ وحی لکھنے والے حضرت علیؑ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ تھے۔ جبکہ حنظلہ بن ربیع یتمی اور معاویہ ابن ابی سفیان حکمرانوں اور روسائے قبائل کی طرف خطوط لکھنے پر مامور تھے نیز ان کے دوسرے مسائل اور اموال وصدقات اور ان کی تقسیم کی فہرست تیار کرتے تھے۔

## اولین کاتب وحی

اس میں کوئی شک نہیں ہے حضرت علی علیہ السلام ہمیشہ رسول خداﷺ کے ساتھ رہے ہیں۔ بچپن بھی آنحضرت کے ساتھ گزرا اور جوانی بھی۔ وحی کا آغاز ہوا تب بھی آپ آنحضرتﷺ کے زیر سایہ تھے۔ خود آپؑ فرماتے ہیں:

"میں بچہ ہی تھا کہ رسول خداﷺ نے مجھے گود میں لے لیا۔ اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو پر جگہ دیتے تھے۔ اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے۔ اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے، پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں ڈالتے تھے۔ انہوں نے میرے میں کوئی لغرش یا کمزوری نہیں پائی۔ اللہ نے ایک عظیم الشان فرشتہ (روح القدس) ان کے ساتھ لگا دیا جو انہیں شب و روز عظیم صفات اور پاکیزہ سیرتوں پر لے کر چلتا ہے اور میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لئے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور وہ ہر سال کوہ حرا میں کچھ عرصہ قیام کرتے تھے۔ وہاں میرے علاوہ کوئی نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت آنحضرتؐ اور حضرت خدیجہؑ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہیں تھا۔ البتہ تیسرا ان میں میں تھا۔ میں وحی رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا جب آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی چیخ سنی۔ جس پر میں نے پوچھا کہ یارسول اللہﷺ یہ آواز کیسی تھی۔ فرمایا یہ شیطان ہے جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔ اے علیؑ جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو مگر تم نبی نہیں ہو۔"(6)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پہلے کاتب حضرت علیؑ ہی تھے۔ ابی ابن کعب مدینہ میں تھے۔ زید بن ثابت مکہ میں تھے لیکن کم عمر تھے لہٰذا قرآن کریم کا جو حصہ مکہ میں نازل ہوا ہے اسے امیر المومنینؑ ہی نے کتابت کی شکل دی۔

## جمع وتالیف قرآن

موجودہ شکل میں قرآن کی جمع آوری اور تالیف کسی خاص زمانہ کی ایجاد نہیں ہے بلکہ مختلف زمانوں میں مختلف افراد کے ہاتھوں انجام پائی۔ قرآن کے ہر سورہ کی آیات کی ترتیب اور تعداد رسول خداﷺ کے زمانہ میں آپ کے فرمان کے مطابق مقرر ہوئی تھی۔ ہر سورت کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا تھا۔ آیات ترتیب نزول کے حساب سے درج کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ دوبارہ بسم اللہ نازل ہوتی اور دوسرے سورے کا آغاز ہو جاتا تھا۔ یہ آیات کی طبیعی ترتیب تھی البتہ کبھی بھی رسول خداﷺ حضرت جبرائیلؑ کے کہنے پر کسی آیت کو کسی دوسرے سورہ میں قرار دے دیتے تھے۔ مثلاً آیت وَاتَّقُواْ يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ (7) کہتے ہیں کہ یہ آخری آیات میں سے ہے۔ رسول خداﷺ کے فرمان کے مطابق اسے سورہ بقرہ کی ۲۸۱ویں آیت قرار دیا گیا ہے۔

لیکن سوروں کی ترتیب کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض محققین قائل ہیں کہ موجودہ شکل میں جو قرآن موجود ہے اسی دور میں رسول خداﷺ کے دور میں تھا کیونکہ بہت سے افراد نے اس وقت حفظ کر لیا تھا اور حافظ قرآن کہلاتے تھے۔ نیز بعید ہے کہ اس قدر اہم ترین مسئلہ کی طرف آنحضرتؐ نے توجہ نہ دی ہو اور آپ کی رحلت کے بعد اسے مرتب کیا گیا ہو۔ جبکہ بعض محققین اسی نظریے کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس دور میں حافظین کا ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ سوروں کے درمیان بھی ترتیب پائی جاتی ہو۔ اس دن تک جتنا قرآن نازل ہو چکا تھا اگر کوئی اسے حفظ کرے تو اسے حافظ قرآن کہیں گے۔ لہٰذا تمام قرآن کا حفظ کر لینا اس کی ترتیب پر دلالت نہیں کرتا۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ مسئلہ ترتیب بہت اہم تھا بلکہ ہر سورہ کی تکمیل اور دوسرے سورہ سے الگ ہونا، مہم ہے تاکہ ایک سورے کی آیات دوسرے سورہ کے ساتھ مخلوط نہ ہو جائیں۔ یہ بات آنحضرتؐ کے دور میں طے ہو گئی تھی۔ لیکن قرآن کے اختتام تک اسے ترتیب وار مرتب کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ آپؐ کی زندگی کے آخری لمحات تک سوروں اور آیات کے نزول کا امکان تھا۔ لہٰذا واضح ہے کہ نزول قرآن کے بعد ترتیب

ممکن ہے اور یہ اختتام آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے بعد ممکن ہے۔اکثر محققین اور مورخین قائل ہیں کہ سوروں کی جمع آوری اور ترتیب رحلت رسول ﷺ کے بعد سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پائی۔ پھر زید ابن ثابت اور دوسرے صحابہ کرام نے یہ کام لیا۔

بہر حال امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رحلت رسول ﷺ کے بعد قرآن کی جمع آوری کا کام شروع کیا۔ روایات کے مطابق چھ ماہ تک خانہ نشین رہے اور فقط اسی کام میں مشغول رہے۔ابن ندیم کہتے ہیں:

"حضرت علی علیہ السلام نے سب سے پہلے قرآن کو کتابی شکل میں مرتب کیا یہ مصحف آل جعفر کے پاس تھا۔" ان کا مزید کہنا ہے کہ: "میں نے ابو یعلی حمزہ حسنی کے پاس ایک مصحف دیکھا۔ یہ مصحف حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا۔اس کے کچھ صفحات پھٹ چکے تھے۔ یہ مصحف امام حسن علیہ السلام کی اولاد کو میراث میں ملا تھا۔" اسی طرح محمد ابن سرین کہتے ہیں کہ:

لما بویع ابو بکر الصدیق أبطا علی عن بیعته وجلس فی بیعته فبعث الیه ابوبکر ما أبطابک عنی اکرهت امارتی فقال علی علیہ السلام ماکرهت امارتک ولکنی آلیت الا ارتدی ردائی الا الی صلاۃ حتی اجمع القرآن. قال ابن سرین فبلغنی انه کتب علی تنزیله ولو اصیب ذلک الکتاب لوجد فیه علم کثیر۔(8)

یعنی: "جب حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کی تو حضرت علی علیہ السلام نے بیعت سے اعراض کیا اور خانہ نشین ہو گئے۔ حضرت ابو بکر نے آپؑ کی طرف پیغام بھیجا کہ کیا آپ کو میری حکومت ناپسند ہے۔ فرمایا مجھے تیری حکومت ناپسند نہیں ہے لیکن میں نے خود سے عہد کر رکھا ہے کہ سوائے وقت نماز کہ عبا نہیں پہنوں گا یہاں تک کہ قرآن کو جمع نہ کرلوں۔"

ابن سیرین کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپؑ نے قرآن کو اس کی ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا ہے۔ اگر یہ قرآن مل جاتا تو اس میں علم کا بحر بیکراں ہوتا۔ حضرت علی علیہ السلام نے جو مصحف ترتیب دیا تھا۔ اس میں کئی ایسی خصوصیات پائی جاتی تھیں جو دوسرے مصاحف میں نہیں تھیں۔

**الف:** تمام آیات اور سورتوں کو ترتیب نزول کے مطابق مرتب کیا گیا تھا۔ یعنی اس مصحف میں مکی کو مدنی سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ آیات کی تاریخی حیثیت اور مراحل کو واضح کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے احکام خصوصاً مسئلہ ناسخ و منسوخ آسانی سے واضح ہو جاتا ہے۔

**ب:** اس مصحف میں رسول خدا ﷺ کی قرات کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اصلی ترین قرات یہی ہے۔ اس میں اختلاف قرات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چونکہ اس سے قرآن کا فہم وادراک اور آیات کی صحیح تفسیر آسانی سے معلوم ہو جاتی تھی۔ یہ بات بہت اہم ہے۔ کیونکہ بسا اوقات اختلاف قرات مفسر کو غلط راستے پر لگا دیتا ہے۔ لیکن اس مصحف میں مفسر گمراہی سے محفوظ رہتا ہے۔

**ج:** یہ مصحف تنزیل اور تاویل پر مشتمل تھا۔ یعنی اس کے حاشیہ پر ان موارد اور واقعات کو ذکر کیا گیا تھا جو آیات یا سورہ کے نزول کا باعث تھے۔ یہ حواشی قرآنی مفاہیم کو سمجھنے اور ابہامات کو حل کرنے میں مددگار تھے۔ حواشی پر اسباب نزول کے علاوہ تاویلات بھی ذکر کی گئی تھیں۔ یہ تاویلات در حقیقت وہ کلی مفاہیم ہیں جو آیات کے مخصوص مفاہیم سے اخذ کئے گئے تھے۔ یہ بات آیات کے سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

خود امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: ولقد احضروا الکتاب کملا مشتملا علی التنزیل والتاویل ۔(9) یعنی: "میں ان کے پاس ایسی کتاب لایا تھا جو تنزیل وتاویل پر مشتمل تھی۔" اگر رحلت رسول ﷺ کے بعد اس مصحف سے فائدہ اٹھایا جاتا تو آج فہم قرآن کی بہت سی مشکلات حل ہو جاتی۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن جزمی کلبی کہتے ہیں:

فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه فی بیته فجمعه علی ترتیب نزوله ولو وجد مصحفه لکان فیه علم کثیر ولکنه لم یوجد۔(10)

یعنی: "جب رسول خدا ﷺ کی رحلت ہوئی تو علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا۔ اگر وہ مصحف مل جاتا تو اس میں علم کا بحر بیکراں ہوتا لیکن افسوس کہ وہ نہ مل سکا۔"

عکرمہ کہتے ہیں:

لو اجتمت الانس والجن علی ان یوفوہ ذلک التالیف ما استطاعوا۔(11)

یعنی: "اگر تمام انس وجن مل بھی جائیں تب بھی اس جیسی تالیف نہیں کر سکتے۔"

محمد بن سرین نے جب عکرمہ سے یہ بات سنی تو انہیں اس کا بہت اشتیاق پیدا ہو۔ اسے تلاش بھی کیا۔ کہتے ہیں:

فطلبت ذلک الکتاب وکتبت فیه الی المدینة فلم اقدر علیه(12)

یعنی: "میں نے اسے بہت تلاش کیا یہاں تک کہ مدینہ بھی خط لکھا لیکن وہ نسخہ نہ ملا۔"

## مصحف علیؑ کا انجام

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے قرآن کو جمع کیا۔ مسجد نبویؐ میں آئے حضرت ابوبکر کے پاس جمع تھے۔ آپؑ نے سب کو مخاطب کرکے بلند آواز میں کہا۔ اے لوگو! جس دن سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے گئے ہیں اسی دن سے میں قرآن جمع کرنے میں مشغول رہا۔ اب میں نے اسے ایک کپڑے میں جمع کر دیا ہے۔ خدا نے اپنے رسول پر جو آیت نازل کی تھی میں نے اسے اس پر لکھ دیا ہے۔ ہر آیت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھتا تھا اور آپؐ مجھے اس کی تعبیر بتا دیتے تھے۔ یہ سب کچھ میں نے جمع کر دیا ہے۔ اب اسے تمہارے پاس لایا ہوں تا کہ کل تم یہ نہ کہو کہ ہمیں معلوم نہیں تھا۔ ایک شخص اٹھا اور کہا ہمیں آپ کے جمع کردہ قرآن کی ضرورت نہیں ہے۔ (13)

حالانکہ یہ سب کچھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر کیا گیا تھا۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا تھا:

یا علی القرآن خلف فراشی فی الصحف والحریر والقراطیس فخذو و واحمعوہ ولا تضیعوہ کما ضیعت الیھود التوراۃ۔ (14)

یعنی: "اے علیؑ! یہ قرآن چمڑے، کپڑے اور کاغذ پر لکھا ہوا ہے اسے لے لو اور جمع کرو۔ اسے اس طرح ضائع نہ کر دینا جس طرح یہودیوں نے تورات کو ضائع کر دیا تھا۔"

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے بعد جن صحابہ نے قرآن جمع کیا وہ زید بن ثابت، عبداللہ ابن مسعود، ابی ابن کعب، مقداد ابن اسود، ابی حذیفہ کے غلام سالم، معاذ ابن جبل، ابو درداء عبداللہ ابن عباس، عمار یاسر اور ابو موسیٰ اشعری ہیں۔ قابل ذکر ہے کہ زید ابن ثابت اور ابو موسیٰ اشعری کے علاوہ سب امیر المومنینؑ کے دوست اور مکتب اہل بیت سے تعلق رکھتے تھے۔ انہی کی قرات کو بہت اہمیت دی جاتی تھی کیونکہ ان کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

استقبرؤو االقرآن من اربعة من من عبداللہ ابن مسعود و سالم مولی ابی حذیفة و ابی بن کعب ومعاذ بن جبل۔ (15)

یعنی: "قرآن کو چار افراد سے پڑھو عبداللہ ابن مسعود، ابی حذیفہ کے غلام سالم، ابی ابن کعب اور معاذ ابن جبل۔"

ان میں سے بعض مصحف عالم اسلام میں مرجع کی حیثیت سے سامنے آئے۔ مثلاً عظیم صحابی عبداللہ ابن مسعود کا مصحف اہل کوفہ کے لئے، مصحف ابی ابن کعب اہل مدینہ کے لئے مصحف ابو موسیٰ اشعری اہل بصرہ کے لئے اور مقداد ابن اسود شام والوں کے لئے مرجع شمار ہوتا تھا۔ (16)

## وحدت مصحف

رحلتِ رسول ﷺ کے بعد کا دور قرآن کی جمع آوری کا دور کہلاتا ہے۔ بڑے بڑے صحابہ اپنے علم اور ذوق کے مطابق قرآنی آیات اور سورہ کو مرتب کرنے لگے۔ ہر ایک نے اپنا ایک مخصوص مصحف تیار کیا۔ جو خود نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے دوسروں سے کام لیا۔ اسلامی مملکت کی حدود کے وسیع ہونے سے قرآنی نسخوں میں بھی اضافہ ہوا۔ مصاحف کو جمع کرنے والے متعدد تھے۔ ان کا آپس میں کوئی رابطہ بھی نہیں تھا، صلاحیت، استبداد اور توانائی کے لحاظ سے بھی برابر نہیں تھے۔ اس لئے طرز تحریر، ترتیب اور قرات وغیرہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ مصاحف اور قرات کا اختلاف لوگوں میں اختلاف کا باعث بنا۔ دور دراز علاقوں میں رہنے والے جب جنگ یا کسی اور مناسبت سے جمع ہوتے تو اپنے عقیدہ اور نظریہ کی بناپر ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی کبھی تو دست و گریبان بھی ہو جاتے۔ جنگ ارمنستان سے واپسی پر حذیفہ یمانی سے سعید ابن عاص نے کہا:

میں نے ایک ایسی بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ اگر اس سے چشم پوشی کی گئی تو قرآن کے متعلق شدید اختلاف کا خطرہ ہے جس کا کوئی راہ حل بھی نہیں ہے۔ پوچھا قصہ کیا ہے؟

کہا میں نے حمص والوں کو دیکھا وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی قرات سے بہتر کوئی قرات نہیں ہے۔ انہوں نے قرات کو مقداد سے لیا ہے۔ اہل دمشق کہتے ہیں کہ ان کی قرات سب سے بہتر ہے۔ کوفیوں نے ابن مسعود کی قرات کو اختیار کر رکھا ہے۔ ان کی قرات کے متعلق ان کا یہی کہنا ہے۔ بصرہ والے ابو موسیٰ اشعری کی قرات کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں۔

جب حذیفہ اور سعید کوفہ پہنچے تو اہل کوفہ کے سامنے اس موضوع کو دکھا۔ انہیں آنے والے خطرہ سے آگاہ کیا۔ بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے ہم خیال ہوگئے۔ ابن مسعود کے ساتھیوں نے مخالفت کی کہ ہم پر کیوں اعتراض کرتے ہو ہم ابن مسعود کی قرات کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں۔ حذیفہ اور ان کے حامی مشتعل ہوگئے اور کہنے لگے خاموش ہو جاؤ تم غلطی پر ہو۔ خدا کی قسم اگر زندہ رہے تو خلیفہ المسلمین حضرت عثمان سے ضرور بات کریں گے تاکہ کوئی راہ حل نکالا جاسکے۔ حذیفہ جب ابن مسعود سے ملے تو ان سے بھی اس موضوع پر بات کی لیکن انہیں غصہ آگیا۔ دونوں کے

درمیان تلخ کلامی بھی ہوئی۔ سعید ناراض ہو کر چلے گئے لوگ پراگندہ ہوں گے اور حذیفہ غصہ کے عالم میں حضرت عثمان سے ملنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔(17)

## حذیفہ مدینہ میں

قرآن کے متعلق اختلاف سے حذیفہ خوش نہیں تھے۔ جنگ ارمنستان سے واپسی پر کوفہ میں موجود اصحاب رسول سے بات کی۔ اس سے پہلے کہ یہ اختلاف دوسرے شہروں تک پہنچے اس کے حل کے سلسلہ میں ان سے مشورے کئے۔ حذیفہ کی نظریہ تھی کہ حضرت عثمان کو آمادہ کیا جائے کہ وہ لوگوں کو ایک ہی قرات کا پابند کرے۔ لہٰذا وہ مدینہ آئے اور حضرت عثمان پر زور دیا کہ وہ وحدت مصحف کے سلسلے میں کام کریں۔ تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ وحدت مصحف کا اعزاز حضرت حذیفہ کو حاصل ہے۔ اگر وہ کوشش نہ کرتے، اس قدر بھاگ دوڑ نہ کرتے اور حضرت عثمان کو مجبور نہ کرتے تو اس صورت میں قرآن جمع نہ ہوتا۔ صحیح بخاری کے شارح بدالدین العینی کہتے ہیں:

ان حذیفه قدم من غزوة فلم یدخل بیته حتی اتی عثمان فقال یا امیر المومنین ادرک الناس قال و ماذلک قال غزوت فرج ارمینیة فاذا اهل الشام یقراؤن بقرائة ابی بن کعب فیاتون عالم یسمع اهل العراق واذا اهل العراق یقراون بقرائة عبدالله ابن مسعود فیاتون عالم یسمع اهل الشام فیکفر بعضهم بعضاً۔ وکان هذا سبباً لجمع عثمان القرآن فی المصحف۔(18)

یعنی: "حذیفہ غزوہ سے واپس آئے گھر بھی نہیں گئے پہلے حضرت عثمان کے پاس آئے اور کہا۔ اے امیر المومنین لوگوں کا کچھ کرو۔ پوچھا کیا ہوا۔ کہا میں جنگ ارمینیہ سے آیا تو دیکھا اہل شام ابی ابن کعب کی قرات کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں اور ایسی بات لاتے ہیں جسے اہل عراق نے نہیں سنا اور اہل عراق عبداللہ ابن مسعود کی قرات کے مطابق پڑھتے ہیں اور ایسی بات لاتے ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا۔ اسی بنا پر ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔

عینی کہتے ہیں کہ یہی بات حضرت عثمان کے قرآن کو جمع کرنے کا باعث بنی۔ حذیفہ یمانیؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور امیر المومنینؑ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔ علامہ حلی کہتے ہیں: حذیفه بن الیمان العبسی رحمه عداده فی الانصار احد الارکان الاربعة من اصحاب امیر المومنین۔(19) یعنی: "حذیفہ ابن یمانؓ عیسی کا شمار انصار اور امیر

المومنینؑ کے ان ساتھیوں میں سے تھے جنہیں ارکان اربعہ کہا جاتا ہے۔ حذیفہؓ، سلمان فارسیؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کو امیر المومنینؑ کے ارکان اربعہ کہا جاتا تھا رسول خداﷺ نے حذیفہ اور عمار یاسر کو آپس میں بھائی بنایا تھا۔(20)
ان کے دو بیٹے جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے۔ حذیفہؓ نے انہیں وصیت کی تھی کہ ہمیشہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ رہنا۔ مسعودی اپنی مشہور کتاب مروج الذھب میں لکھتے ہیں: "حذیفہ ابن یمان کو جب حضرت علیؑ کی خلافت کی خبر ملی تو چلا کر کہنے لگے مجھے باہر لے چلو اور لوگوں کو ملاؤ جب انہیں مسجد میں لے جایا گیا تو انہوں حمد خدا کے بعد رسولؐ اور آلِ رسول پر درود بھیجا پھر کہا لوگوں کے نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرلی ہے تم بھی تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ان کی بیعت کرو اور مدد کرو خدا کی قسم علیؑ اول وآخر حق پر ہیں۔ وہ تمہارے نبی کے بعد سب سے افضل ہیں اور قیامت تک افضل رہیں گے۔
اس کے بعد انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ پر داہنا ہاتھ رکھ کر کہا اے اللہ تو گواہ رہنا کہ میں نے حضرت علیؑ کی بیعت کرلی ہے۔ پھر بولے اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے آج تک زندہ رکھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں سعید اور صفوان سے کہا تم علیؑ کا ہمیشہ ساتھ دینا۔ انہیں متعدد لڑائیاں پیش آئیں گی جن میں بے شمار لوگ قتل ہوں گے۔ تم ان کا ساتھ دینے سے کبھی دریغ نہ کرنا کیونکہ وہی درحقیقت حق پر ہیں اور جو ان کے مخالف ہیں وہ باطل کی پیروی کررہے ہیں۔ مسعودی کہتے ہیں کہ سعد اور صفوان جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے۔(21)
حذیفہ ابن یمان کی کوششوں اور بے پناہ اصرار پر حضرت عثمان نے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔ پہلے زید ابن ثابت کی سربراہی میں چار افراد سعید ابن عاص، عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمٰن ابن حارث پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی لیکن یہ چاروں افراد اس کام کو انجام دینے سے قاصر رہے۔ پھر آٹھ افراد کا اضافہ کیا اور ابی ابن کعب کو سربراہ مقرر کیا گیا وہ آیات لکھواتے تھے اور یہ افراد لکھتے تھے۔

## ابی ابن کعب

ابی ابن کعب کا شمار رسول خداﷺ کے عظیم صحابیوں میں سے ہوتا تھا۔ قرآنی علوم کے سلسلے میں ان کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ انس نے رسول خداﷺ سے سنا کہ آپؐ نے ابی ابن کعب سے فرمایا: ان اللہ عزوجل امرنی ان اقرا علیک القرآن۔(22) یعنی: "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کے سامنے قرآن پڑھوں۔" اس کا

مطلب ہے کہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قرآن کی تعلیم دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ میں اگر کسی قرآن کے سلسلے میں اختلاف ہو جاتا تو انہی کی طرف رجوع کرتے۔

ابی ابن کعب امیر المومنینؑ کے مخلص ساتھیوں میں سے تھے جو سقیفہ کی کاروائی سے الگ رہے۔ انہوں نے بھی حضرت ابو بکر کی بیعت کا انکار کیا تھا اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر اصرار کرتے تھے۔ شیخ صدوق کہتے ہیں۔

دو صحابہ جنہوں نے حضرت ابو بکر کی خلافت کا انکار کیا تھا اور حضرت علی علیہ السلام کو مقدم سمجھتے تھے ان کی تعداد بارہ تھی۔ مہاجرین میں سے خالد بن سعید، مقداد ابن اسود، ابی ابن کعب، عمار یاسر، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، عبداللہ ابن مسعود اور بریدہ اسلمی جبکہ انصار میں سے خذیمہ بن ثابت، سہل ابن حنیف، ابو ایوب انصاری اور ابو ھیثم ابن التیہان۔ (23)

حضرت ابو بکر کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ابی ابن کعب نے کہا: "اے ابو بکر دوسرے کے حق کو ضائع نہ کرو۔ سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کی مخالفت نہ کرو۔ ان کے جانشین و خلیفہ کے سلسلے میں انہی کے حکم کی اطاعت کرو۔ حق اس کے مالک کو واپس کر دو تاکہ سالم اور محفوظ ہو جاؤ۔ ایسا کام نہ کرو کہ پچھتانا پڑے۔ اپنے کئے ہوئے سے توبہ کرو تاکہ تمہارا گناہ معاف ہو سکے۔ خدا نے جس امر کو دوسرے کے لئے متعین کیا ہے اسے اپنے لئے مخصوص نہ کرو تاکہ اپنے اعمال کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔" (24)

ماہ مبارک کے پہلے جمعہ کو جب حضرت ابو بکر خطبہ دے رہے تھے تو ابی ابن کعب اٹھے اور لوگوں کو مخاطب کرکے کہا:

"اے گروہ مہاجرین خدا کی خوشنودی کو ہمیشہ اپنی نگاہ میں رکھو خدا نے بھی قرآن میں تمہاری مدح کی ہے۔

اے گروہ انصار تم شہر ایمان میں قیام پذیر ہو۔ خدا نے اپنی کتاب میں تمہاری تعریف کی ہے۔ تم گذشتہ واقعات اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو بھلا دیا ہے یا صرف فراموشی کا اظہار کر رہے ہو؟۔ کیا تم حقائق کو تبدیل کر رہے یا تم مغلوب و عاجز ہو گئے ہو کیا تم بھول گئے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کو بلند کرکے غدیر خم میں فرمایا تھا کہ جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے علیؑ مولا ہیں اور جس جس کا میں نبی ہوں اس کے علیؑ امیر ہیں۔

کیا تم نہیں جانتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اے علیؑ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ ہر زمانے مہیں میرے بعد تمہاری اطاعت ایسے ہی واجب ہے جیسے میری زندگی میں میری اطاعت واجب ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیتؑ کو مقدم رکھنا اور ان پر کسی کو مقدم نہ کرنا انہیں اپنا امیر ماننا ان پر حکومت نہ کرنا۔" (25)

## اعراب اور نقط گذاری

ابتداء میں عربی رسم الخط نقطوں کی طرح حرکات یعنی زیر، زبر اور پیش وغیرہ سے بھی خالی تھا۔ قرآن بھی شروع میں حرکات اور اعراب نہیں تھے۔ صدر اسلام میں مسلمان قرآن کو زبانی یاد کرتے تھے۔ چونکہ اس دور میں مسلمانوں کی اکثریت عربی تھی۔ نیز حافظ قرآن بھی کثیر تعداد میں تھے۔ اس لئے وہ لوگ قرآن کو صحیح پڑھتے تھے۔ پہلی صدی کے اختتام پر غیر عرب مسلمان بھی اسلامی سلطنت میں داخل ہوگئے۔ وہ عربی زبان سے ناآشنا تھے۔ ان کے لئے حرکات، اعراب اور علامات ضروری تھیں۔ تاکہ قرآن کو صحیح پڑھ سکیں۔ مثلاً ہر عربی طبعی طور پر آیت كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (26) میں کتب کو صیغہ معلوم کے ساتھ پڑھتا ہے۔ آیت كُتِبَ عليكم الصيام میں کتب کو صیغہ مجہوی کے ساتھ پڑھتا ہے لیکن غیر عربی نہیں سمجھ سکتا کہ اسے معلوم پڑھنا ہے یا مجہول یعنی اسے نہیں پتا چلتا کہ اسے كَتَبَ پڑھنا ہے یا کتب۔ آیت انَّ اللہ بری (توبہ: ۳) میں ایک شخص رسولَه کو رسولِه پڑھ رہا تھا۔ اس صورت میں آیت کا معنی بنتا ہے کہ خدا مشرکین اور اپنے رسول سے بیزار ہے۔ جب ابوالاسود نے اسے اس طرح پڑھتے ہوئے سنا تو کیا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لوگ اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ (27)

انہی مشکلات کی وجہ سے قرآن پر اعراب لگائے گئے اور نقط گذاری کی گئی۔ یہ کام امیر المومنین کے شاگرد ابوالاسود دوئلی اور ان کے شاگرد یحیٰی بن یعمر اور نصر ابن عاصم نے کیا۔ ابواسود نے علم نحو یعنی عربی گرائمر حضرت علی علیہ السلام سے سیکھی تھی۔ ذھبی لکھتے ہیں: قال محمد بن سلام الجمحی ابوالاسود هو اول من وضع باب الفاعل و المفعول والمضاف وحرف الرفع والنصب والجروالجزم فاخذ ذلک عن یحیی بن یعمر؛ قال ابو عبیدہ اخذ ابوالاسود عن علی العربیة (28) یعنی: "محمد بن سلام جمحی کہتے ہیں کہ ابواسود وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے باب فاعل مفعول، مضاف، حرف پیش، زبر، زیر، جزم جیسی اصطلاحیں ایجاد کیں۔ پھر ان سے یہ علم یحیٰی بن یعمر نے حاصل کیا۔" ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ یہ عربی گرائمر ابوالاسود نے حضرت علی علیہ السلام سے سیکھی تھی۔" صلاح الدین الصغدی کہتے ہیں: هو اول من نقط المصاحف ووضع للناس علم النحو وهو تابعی شیعی شاعر نحوی (29) یعنی: "ابوالاسود دوئلی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن پر نقطے لگائے اور لوگوں کے لئے علم نحو کو ایجاد کیا۔ یہ تابعین میں سے تھے اور شیعہ، شاعر اور علم نحو کے موجد تھے۔"

زرکشی اہل سنت کے بہت بڑے مفسرین کہتے ہیں: اول من نقط المصحف ابوالاسود الوولی۔(30) یعنی: "قرآن پر سب سے پہلے جس نے نقطے لگائے وہ ابوالاسود دوئلی ہیں۔"

ذھبی کہتے ہیں کہ ابوالاسود نے زیاد سے کہا کہ مجھے ایک کاتب دو جب کاتب دیا گیا تو اس سے ابوالاسود نے کہا جب کسی حرف کو ادا کرتے ہوئے اپنے ہونٹ کھولوں تو اس حرف پر نقطہ لگا دینا اگر تم دیکھو کہ میں منہ بند کرتا ہوں تو اس کے سامنے نقطہ لگانا اور اگر توڑوں تو نیچے نقطہ لگانا۔(31)

بعض کا نظریہ ہے کہ سب سے پہلے یحییٰ بن یعمر نے قرآن پر نقطے لگائے تھے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: یحیی بن یعمر کان قاضی مر ووھو اول من نقط المصحف وکان من فضلاء الناس وعلمائھم وکان احد الفصحاء اخذ العربیۃ عن ابی الاسود الوؤلی۔(32) یعنی: "یحییٰ بن یعمر مرو کے قاضی تھے۔ یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن پر نقطے لگائے۔ ان کا شمار علماء اور فضلا میں سے ہوتا ہے۔ بہت ہی فصیح زبان تھے۔ عربی گرائمر الوالاسود دوئلی سے سیکھی تھی۔"

ابوالاسود دوئلی اور یحییٰ بن یعمر دونوں شیعہ تھے۔ ابن خلکان یحییٰ ابن یعمر کے حالات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بصرہ کے قاری تھے اور انہوں نے عربی گرائمر ابوالاسود سے سیکھی تھی۔ پھر کہتے ہیں: "دونوں ابتدائی شیعوں میں سے تھے جو اہل بیتؑ کی فضیلت کے قائل تھے۔ فضلاء کے نزدیک قابل وثوق تھے۔"(33)

## سات قاری

پہلے مرحلہ میں سات قاریوں کے نام آتے ہین۔ عبداللہ ابن عامر یحجبنی، عبداللہ ابن کثیر درامی، عاصم ابن ابی النجود، ابو عمرو ابن علاء مازنی، حمزہ بن حبیب، زیات، نافع بن عبدالرحمٰن الیشی اور علی ابن حمزہ کسائی۔

عبداللہ ابن عامر شام کے قاری تھے۔ ۱۱۸ھ میں فوت ہوئے۔ عبداللہ ابن کثیر ورامی مکہ کے قاری تھے۔ ۱۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ عاصم ابن ابی النجود اسدی کوفہ کے قاری تھے۔ ۱۲۸ھ میں فوت ہوئے۔ زبان ابو عمرو ابن علاء متوفی ۱۵۴ھ بصرہ کے قاری تھے۔ حمزہ ابن حبیب متوفی ۱۵۶ھ کوفہ کے قاری تھے۔ نافع ابن عبدالرحمٰن الیشی متوفی ۱۲۹ھ مدینہ کے قاری تھے۔ اور علی ابن حمزہ کسائی متوفی ۱۸۹ھ کوفہ کے قاری تھے۔ عاصم، زبان ابو عمرو، حمزہ اور علی ابن حمزہ کسائی شیعہ تھے۔ طبقات القراء پر لکھی گئی کتب اس کی گواہ ہیں۔ عبداللہ ابن عامر کا تعلق بنو امیہ سے تھا۔ جبکہ عبداللہ ابن کثیر اور نافع ابن عبدالرحمٰن مجہول الحال ہین۔ البتہ چونکہ دنوں ایرانی تھے اس لئے بعض مورخین نے

انہیں بھی شیعہ کہا ہے۔ عاصم، زبان ابو عمرو اور علی ابن کسائی کی قراءات کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ سیوطی کہتے ہیں: **واضح القراءات سندا نافع وعاصم وافصحا ابو عمرو وکسائی**(34) یعنی: "سند کے لحاظ سے صحیح ترین قرات نافع اور عاصم کی ہے اور فصاحت کے لحاظ سے ابو عمرو اور کسائی کی قرائات ہیں۔" آج اکثر اسلامی ممالک میں عاصم کی قرات کے ساتھ قرآن پڑھا جارہا ہے۔ یہ قرات ان کے شاگرد حفص بن سلیمان کے ذریعہ نقل ہوئی ہے۔

*****

## حوالہ جات


1۔ بقرہ/۲

2۔ مائدہ: ۴۸

3۔ اسراء: ۸۸

4۔ شیخ کلینی، الکافی، ج ۲، ص ۵۹۹، دار الکتب الاسلامیہ۔ تہران، ایران

5۔ ابن ابی الحدید معتزلی، شرح نہج البلاغۃ ج ا، ص ۳۳۸، دار احیاء الکتب العربیہ۔ طبع اول ۱۹۵۹ء

6۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹، ص ۴۶۸، خطبہ قاصعہ

7۔ بقرہ: ۲۸۱

8۔ ابن عبدالبر، الاسیعاب، ج ۳، ص ۹۷۳، بیروت، دار الجبل، طبع اول ۱۴۱۲ھ

9۔ شیخ طوسی، الاحتجاج، ج ا، ص ۳۸۳، دار النعمان، نجف اشرف، ۱۹۶۶ء

10۔ ابن جزمی کلبی، التسھصیل لعلوم التنزیل، ج ا، ص ۴، ناشر، لبنان، دار الکتاب العربی، طبع چہارم، ۱۹۸۳ء

11۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج ا، ص ۱۶۲، دار الفکر لسنان، طبع اول ۱۹۹۶ء

12۔ ایضاً

13۔ کتاب سلیم بن قیس، ص ۱۴۷، شیخ طبرسی، الاحتجاج، ج ا ص ۱۰۶، دار النعمان، نجف اشرف، طبع ۱۹۶۶ء

14۔ ابراھیم قمی، تفسیر القمی، ج ۲ ص ۴۵۱، مطبعۃ النجف

15۔ امام بخاری، صحیح بخاری، ج ۴، ص ۲۱۸، دار الفکر، لبنان، طبع ۱۹۸۱ء

16۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۱۱۱، دار صادر، دار بیروت، طبع ۱۹۶۶ء

17۔ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۱۱۱
18۔عمدۃ القاوس، ج ۲، ص ۱۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت
19۔خلاصۃ الاقوال، ص ۱۳۱، موسسۃ النشر الاسلامی، ایران، طبع اول ۱۴۱۷ھ
شیخ طوسی رجال الطرسی، ص ۶۰، موسسۃ النشر الاسلامی، ایران، طبع اول ۱۴۱۵ھ
20۔محسن امین، اعیان الشیعہ، ج ۴ ص ۵۹۳، دارالتعارف للمطبوعات، بیروت، لبنان، طبع ۱۹۸۳ء
21۔مسعودی، مروج الذھب، ص ۳۰۱، حذیفہ بن الیمان وابناہ
22۔نسائی، فضائل الصحابۃ، ص ۴۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان
23۔شیخ صدوق، الخصال ص ۴۶۱، منشورات جامعۃ المدرسین قم، ایران، طبع، ۱۴۰۳ھ
24۔طبرسی، الاحتجاج، ج ۱، ص ۱۰۲، دار النعمان، نجف اشرف، طبع ۱۹۶۶ء
25۔الاحتجاج، ج ۱ ص ۵۵
26۔انعام: ۵۴
27۔ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، ج ۲۵، ص ۱۸۹، دار الفکر، بیروت، لبنان، طبع ۱۴۱۵ھ
28۔ذھبی، سیر اعلام النبلاء ج ۴، ص ۸۳، موسسہ الرسالیہ، بیروت، لبنان، طبع ۱۹۹۳ء
29۔صفدی، الوافی بالوفیات، ج ۱۶، ص ۳۰۵، دار احیاء التراث بیروت، لبنان، طبع ۲۰۰۰ء
30۔ابرہان، ج ۱، ص ۲۵۰، دار الکتب العربیہ، بیروت، طبع ۱۹۵۷ء
31۔سیر اعلام النبلا، ج ۴، ص ۸۳، موسسہ الرسالۃ، بیروت، لبنان، طبع نہم ۱۹۹۳ء
32۔ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ج ۹، ص ۸۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۹۸۸ء
33۔ابن خلکان، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۶، ۱۷۳، دار الثقافۃ، لبنان۔
34۔الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۲۱۶، دار الفکر، بیروت، لبنان، طبع اول، ۱۹۹۶ء

## *THE CHARACTERISTICS OF THE GOVERNEMENT OF IMAM MAHDI*

By: ***Syed Musa Reza Naqvi***

***Key words:*** *Qaim-e-Ale Muhammad, Islamic Government, world government, Injustice, Justice and equality, Culture and Civilization.*

## *Abstract*

*Whe Goad decided to make human His viceregent on earth, angles, being unaware a divine objectives, said, will you place upon it (earth) one who causes corruption thirin and sheds blood". In other words, the angles were aware of the arrogant and self-centered nature of human beings. They were also aware that if humans are left unchecked, they enslave their fellow beings God, therefore, reveled a system of divine Laws and religions to control human rebellious nature. He also chose Prophets among humans to implement and enfore his Laws. The last Prophet of Goad was Hazrat Muhammad (PBUH) who established an Islamic Government in Medina which wsa based on divine Laws and principles. God also saved Imam Mahdi for the establishment of a just system on the earth. Imam Mahdi will bring a revolution in every sphere of human life by which justice and equality will reign and Islam and Islamic culture and civilization will be revived, in this article, the salient features this divine government have been high lighted.*

# حضرت امام زمانہ (عج) کی حکومت کی خصوصیات

سید موسیٰ رضا نقوی*
Syedmusarazanaqvi@yahoo.com

**کلیدی کلمات:** قائم آلِ محمدؐ، اسلامی حکومت، عالمی حکومت، ظلم وجور، عدل وانصاف، تہذیب وتمدن

## خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو زمین پر اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کیا تو الٰہی اہداف سے بے خبر فرشتوں نے کہا: کیا اُسے اپنا خلیفہ بنائے گا جو زمین پر فساد برپا کرے گا اور خونریزی کرے گا۔ یعنی فرشتوں کو علم تھا کہ یہ انسان جو خود پسندی اور خود محوری کے خمیر سے تیار ہوا ہے، اِس کی فطرت میں تجاوز، ظلم وستم اور خون ریزی پائی جاتی ہے اور اگر اس انسان کو سرکشی کے لیے چھوڑ دیا جائے تو یہ سرکشی کرتے ہوئے نسلِ انسانی کو اپنی اطاعت پر مجبور کرے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرکش فطرت کو لگام ڈالنے کی لیے الٰہی قوانین اور شریعتیں نازل کیں جو انسان کی انفرادی، معاشرتی، مادی اور معنوی ضروریات کے مطابق ہیں اور اُن قوانین کے اجرا کے لیے الٰہی حکمران تعین فرمائے جن میں آخری نبی حضرت خاتم الانبیاءؐ ہیں، آپؐ نے مدینہ منوّر میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی جس کا دستور العمل اور تمام اجرائی قوانین الٰہی تعلیمات کے مطابق تھے۔ نیز خداوند متعال نے بشر کو ظلمت کی تاریکی مطلق سے نکالنے اور نظام عدل کے قیام کے لیے آپؐ کے آخری جانشین اور اپنی آخری حجت حضرت خاتم الاوصیاء(عج) کو زندہ رکھا جو انسان کی انفرادی اور معاشرتی زندگی میں اقتصادی، سیاسی، ثقافتی اور تعلیمی انقلاب لائیں گے جس کی بدولت عدل وانصاف کا بول بالا ہوگا اور اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن دوبارہ احیاء ہوں گے۔ اِس مختصر مقالے میں اِسی الٰہی حکومت کی چیدہ چیدہ خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

---

*۔ جامعہ المصطفیٰ العالمیہ، شعبہ مشہد مقدس، ایران۔

## مقدمہ

اللہ تعالی نے انسان کو معرفت کی غرض سے خلق فرمایااوراپنی تمام مخلوقات میں اُسے اشرف قرار دے کر اِس دنیا میں اپنی خداداد ی استعداد کی شکوفائی اور انہیں مرحلۂ کمال تک پہنچانے کے لیے بھیجا تاکہ وہ اپنی انفرادی اور معاشرتی زندگی میں خداوند تعالی کے وضع کردہ قوانین پر عمل پیرا ہو کر دنیااور آخرت میں سعادت مند ہوسکے۔ اللہ تعالی نے اِس کٹھن سفر میں انسان کی رہنمائی کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جن کا کام سعادت کے اِس سفر میں انسان کے لیے الٰہی قوانین کو ابلاغ اور اجرا کرنا تھا لیکن ''ظَلُوماً جَهُولاً'' (1) کے مصداق انسان نے امانت الٰہی کی پاسداری نہ کی اور انبیائے الٰہی کی نافرمانی کرتے ہوئے ہمیشہ انہیں تکالیف پہنچائیں ،الٰہی قوانین کو ٹھکرا کر خود قانون وضع اور اجرا کرنے لگا جس سے انسانی انحطاط کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایسے میں خداوند متعال نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی محنت کے ثمر ''بَقِيّةُ اللّهِ'' (2) کو محفوظ رکھا اور اُن کے قیام کی بشارت دے کر انہیں منجی عالم بشریت قرار دیا جو غیبی امداد کی بدولت ظلم وجور کا قلع قمع کرتے ہوئے عدل وانصاف کا ایسا پرچم لہرائیں گے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ مجسمۂ عدل اور کمال مطلق کی تجلی بن کر ابھرے گا اور معصومؑ کی قیادت میں زمین پر ایسی الٰہی حکومت قائم ہوگی جس میں بشر کو ظلمت کی تاریکی مطلق سے نکال کر عدل وانصاف کا نظام لایا جائے گا جس میں انسان کی انفرادی اور معاشرتی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اقتصادی، سیاسی، ثقافتی اور تعلیمی لحاظ سے انقلاب آئے گا اور خداوند متعال کے وعدے ''وَ نُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَي الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ أَئِمَّه وَ نَجْعَلَهُمُ الْوارِثِينَ'' (3) کی حقیقت ظاہر ہوگی۔ تمام مخلوقات خداوند متعال کی نعمات سے مستفید ہوں گی۔ حضرت مہدی (عج) کی حکومت کا شیعیان حیدر کرار کو صدیوں سے انتظار رہا ہے اور ہر عقید تمند نے قرآن وسنت میں اِس حکومت کے منشور کو پڑھ کر اِس دعا کے زمزمہ کو اپنا وِرد بنا لیا ہے: ''اللَّهُمَّ أَرِنِي الطَّلْعَةَ الرَّشِيدَةَ وَ الْغُرَّةَ الْحَمِيدَةَ وَ اكْحُلْ نَاظِرِي بِنَظْرَةٍ مِنِّي إِلَيْهِ وَ عَجِّلْ فَرَجَهُ وَ سَهِّلْ مَخْرَجَه۔؛ (4) کیونکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کوئی بھی چالیس دن تک اِس دعا کو پڑھ کر حضرت امام زمانہ (عج) سے عہد کرے وہ اُن کے اصحاب سے ہوگا اور اگر اُن کے ظہور سے پہلے مر جائے تو خداوند متعال اُسے ظہور کے وقت اُن کی نصرت کے لیے قبر سے نکالے گا اور اُسے اِس دعا کے ہر کلمہ کے عوض ہزار نیکیاں عطا کرے گا اور ہزار گناہ معاف کرے گا۔ (5) اِس الٰہی حکومت

کے کمالات اور خصوصیات پر قلم فرسائی کرنے کے لیے دامنِ قرطاس کی وسعت درکار ہے لیکن ہم یہاں بطورِ اختصار حضرات معصومین علیہم السلام کے نورانی کلام سے چند انقلابی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

### جاہلانہ رسومات کا خاتمہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپؐ کی وصیت "قرآن و عترت سے تمسک" کو پس پشت ڈال دیا جس کی بدولت رفتہ رفتہ دین اور اسلامی تعلیمات میں بگاڑ کے باعث دورِ جاہلیت کی سنتیں زندہ اور رائج ہونے لگیں، دین سے روح نکل جانے کے بعد صرف رسمیں باقی رہ گئیں جن کی اصلاح کی بہت ضروری تھی لہٰذا جب حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے اِس بگاڑ کی اصلاح کے لیے قیام کیا تو انہیں دین کی بقاء کے لیے جان اور آبرو کی قربانی دینا پڑی اِس عظیم قربانی کے باوجود اسلامی معاشرے پر "قرآن و عترت" کی حکومت قائم نہ ہو سکی اور حضرات اہلبیت علیہم السلام نے اپنی سیاسی جدوجہد کا سلسلہ جاری رکھا اور لوگوں کو مہدی موعود (عج) کی غیبت اور انتظار کے لیے تیار کرنے لگے تاکہ لوگ فلسفۂ انتظار کو سمجھیں اور دین میں اِس بگاڑ کی اصلاح کے لیے جدوجہد کریں۔ حضرت مہدیؑ حقیقی معنی میں اِس بگاڑ کی اصلاح فرماتے ہوئے اسلامی انقلاب لائیں گے، اِس سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "يَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللّهِ (ص) يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ كَمَا هَدَمَ رَسُولُ اللّهِ (ص) أَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ يَسْتَأْنِفُ الْإِسْلَامَ جَدِيداً"؛ یعنی: "امام مہدی (عج) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اپنے سے پہلے کی تمام جاہلانہ رسومات کا خاتمہ کر دیں گے جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کی رسومات کا خاتمہ کیا تھا اور اسلام کو دوبارہ زندہ کریں گے"۔ (6)

### امام مہدی (عج) کے اصحاب کی خصوصیات

ہر حکومت میں آئیڈیالوجی کے ساتھ نظریات کو عملی جامہ پہنانے والے افراد نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور امام زمانہ (عج) کی عالمی حکومت میں مصروفِ عمل اصحاب کی خصوصیات سے متعلق حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَ الزِّيُّ وَاحِدٌ و الْقَدُّ واحدٌ و الْحُسْنُ وَاحِدٌ وَ الْجَمَالُ وَاحِدٌ وَ اللِّبَاسُ وَاحِدٌ كَأَنَّمَا يَطْلُبُونَ شَيْئاً ضَاعَ مِنْهُمْ فَهُمْ مُتَحَيِّرُونَ فِي أَمْرِهِمْ حَتَّى يَخْرُجَ إِلَيْهِم مِن تَحْتِ سِتَارَةِ الْكَعْبَةِ فِي آخِرِهَا رَجُلٌ أَشْبَهَ النَّاسِ بِرَسُولِ اللّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خُلُقاً وَ حُسْناً وَ جَمَالاً فيقولونَ أَنْتَ الْمَهْدِيُّ؟ فَيُخْرِجُهُمْ ۔۔۔"؛ یعنی: "گویا میں انہیں ایک منظّم انداز، ایک ہی قد کاٹھ، ایک ہی حسن و جمال اور ایک طرح کے یونیفارم میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ کسی

گمشدہ کی تلاش میں پریشان ہیں پھر اُن کے لیے کعبے کے نورانی جھرمٹ سے ایک ایسا مرد ظاہر ہوتا ہے جو رسول خداصلى الله عليه وآله وسلم سے خُلق وخُو اور حُسن وجمال میں شبیہ ترین ہے۔یہ سب اُسے کہیں گے کہ کیاآپ مہدی(عج) ہیں؟وہ اُن کے لیے باہر تشریف لائیں گے۔" (7)

## امام مہدی(عج) کے اصحاب کی شرائط

حضرت امام مہدی(عج) اپنی حکومت کے آغاز میں بیعت لیتے وقت بیعت کے دونوں فریقین کے لیے شرائط تعین فرماتے ہوئے کہیں گے: ''یُبَایِعُونَ عَلَی أَنْ لاَ یَسْرِقُوا وَلاَ یَزْنُوا وَلاَ یَقْتُلُوا وَلاَ یَنْتَهِکُوا حَرِیماً وَلاَ یَشْتِمُوا مُسْلِماً وَ لاَ یَهْجُمُوا مَنْزِلاً وَ لاَ یَضْرِبُوا أَحَداً إِلاَّ بِالْحَقِّ وَ لاَ یَرْکَبُوا اَلْخَیْلَ الْهَمَالِیجَ وَ لَا یَتَمَنْطَقُوا ـــ أَمَانَةً(8)وَ لاَ یُخْلِفُوا الْعَهْدَ وَ لاَ یَکْنِسُوا طَعَاماً مِنْ بُرٍ أَوْ شَعِیرٍ وَ لاَ یَقْتُلُوا مُسْتَأْمِناً وَ لاَ یَتْبَعُوا مُنْهَزِماً وَ لاَ یَسْفِکُوا دَماً وَ لاَ یجهزوا عَلَی جَرِیحٍ وَ یَلْبَسُونَ اَلْخَشِنَ مِنَ اَلثِّیَابِ وَ یُوَسِّدُونَ التُّرَابَ عَلَی الْخُدُودِ وَ یَأْکُلُونَ اَلشَّعِیرَ وَ یَرْضَوْنَ بِالْقَلِیلِ وَیُجَاهِدُونَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهادِهِ وَیَشَمُّونَ اَلطِّیبَ وَیَکْرَهُونَ اَلنَّجَاسَةَ؛

یعنی: "بیعت کرو کہ ہرگز چوری نہیں کروگے،زنا نہیں کروگے، کسی کا قتل نہیں کروگے، کسی محترم کو بے آبرو نہیں کروگے، کسی مسلمان کو گالی نہیں دوگے، کسی کے گھر پر حملہ نہیں کروگے، کسی کو ناحق نہیں ماروگے، بجلی کی طرح کے سرکش گھوڑوں پر سوار نہیں ہوگئے،سونے کا کمربند نہیں باندھوگے، قیمتی اور ریشمی لباس نہیں پہنوگے ،حرام گوشت جانور کی کھال سے بنے جوتے نہیں پہنوگے ، کسی مسجد کو ویران نہیں کروگے،ڈکیتی نہیں کروگے، یتیم پر ظلم نہیں کروگے،راستے کو ناامن نہیں کروگے، کسی بے گناہ کو قید نہیں کروگے،یتیم کا مال نہیں کھاؤگے، کسی ہم جنس کے ساتھ بدفعلی نہیں کروگے،شراب خوری نہیں کروگے ، وعدہ خلافی نہیں کروگے، گندم اور جو جیسی کھانے کی چیزوں کا احتکار نہیں کروگے،امان یافتہ شخص کا قتل نہیں کروگے،شکست خوردہ کا پیچھا نہیں کروگے، کسی کا خون نہیں بہاؤگے،زخموں کے لیے تیار نہیں رہوگے،سخت اور کھردرا لباس پہنوگے، متواضع رہوگے،گندم کھاؤگے، قلیل پر راضی رہوگے،اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کروگے،خوشبو لگاؤگے اور نجاست سے پرہیز کروگے"۔(9)

## حضرت امام مہدی(عج) کا اپنے اصحاب سے وعدہ

امام مہدی(عج) اپنے لیے شرائط تعین فرماتے ہوئے وعدہ کرتے ہیں کہ''وَ یَشْرِطُ لَهُمْ عَلَی نَفْسِهِ أَنْ لاَ یَتَّخِذَ حَاجِباً وَ یَمْشِي حَیْثُ یَمْشُونَ وَ یَکُونُ مِنْ حَیْثُ یُرِیدُونَ وَ یَرْضَی بِالْقَلِیلِ وَ یَمْلَأُ اَلْأَرْضَ بِعَوْنِ اَللّٰهِ عَدْلاً کَمَا

مُلِئَتْ جَوْراً يَعْبُدُ اَللّٰهَ حَقَّ عِبَادَتِهِ۔۔۔؛ یعنی: "ہر گز اُن کے اور امام کے درمیان محافظ کی صورت میں کوئی حائل نہیں ہوگا، حضرت بھی اُسی راہ پر چلیں گے جس پر وہ چلیں گے، جیسا وہ چاہیں گے حضرت اُس کے مطابق عمل کریں گے، کم پر راضی ہوں گے،اللہ کی مدد سے زمین کو عدل سے بھر دیں گے جیسے وہ پہلے ظلم سے بھر گئی تھی،۔۔۔"۔(10)

## جوانوں کی حکومت

امام زمان(عج) کی عالمی حکومت میں سر گرم عمل افراد جوان ہوں گے اِس سلسلہ میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "أَصْحَابُ الْمَهْدِيِّ شَبَابٌ لَا كُهُولَ فِيهِمْ إِلَّا مِثْلَ كُحْلِ الْعَيْنِ وَ الْمِلْحِ فِي الزَّادِ وَ أَقَلُّ الزَّادِ الْمِلْحُ؛ یعنی: "حضرت مہدی(عج) کی حکومت میں شامل اصحاب سب جوان ہوں گے اُن میں کوئی بوڑھا نہیں ملے گا مگر آنکھ میں سرمے اور کھانے میں نمک کی مقدار کے برابر اور کھانے میں نمک کی مقدار بہت کم ہوتی ہے" (11)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "كَأَنِّي بِأَصْحَابِ الْقَائِمِ وَ قَدْ أَحَاطُوا بِمَا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَ هُوَ مُطِيعٌ لَهُمْ حَتَّى سِبَاعُ الْأَرْضِ وَ سِبَاعُ الطَّيْرِ تَطْلُبُ رِضَاهُمْ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَفْخَرَ الْأَرْضُ عَلَى الْأَرْضِ وَ تَقُولَ مَرَّ بِي الْيَوْمَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ الْقَائِمِ؛ یعنی: "گویا میں قائم آل محمدؑ کے اصحاب کو دیکھ رہا ہوں جو مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں اور کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اُن کی مطیع اور فرمانبردار نہ ہو یہاں تک کہ زمین پر موجود وحشی حیوانات اور آسمان کے شکاری پرندے اور ہر چیز میں اُن کی خشنودی چاہے گی یہاں تک کے زمین کا ایک حصہ دوسرے حصے پر فخر و مباحات کرتے ہوئے کہے گا کہ آج میرے اوپر سے حضرت مہدیؑ کے صحابی کا گذر ہوا ہے"۔(12)

نیز ایک اور مقام پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "يَكُونُ شِيعَتُنَا فِي دَوْلَةِ الْقَائِمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَنَامَ الْأَرْضِ وَ حُكَّامَهَا يُعْطَى كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ قُوَّةَ أَرْبَعِينَ رَجُلًا؛ یعنی: "قائمؑ" کی حکومت میں ہمارے شیعہ زمین کی بھاگ ڈور سنبھالتے ہوئے زمین پر حکمران ہوں گے اور اُن میں سے ہر ایک کے پاس چالیس قوی اور مضبوط لوگوں کی طاقت ہوگی"۔(13)

## عالمی سطح پر اسلامی حکومت کا قیام

اسلامی گلوبلائزیشن حضرت امام زمان (عج) کی ایک اہم حکومتی خصوصیت ہے یعنی تمام کرۂ ارض پر ایک ایسی واحد اسلامی حکومت قائم ہو گی جہاں توحید، نبوت اور ولایت اہلبیت علیہم السلام کا پرچم لہرائے گا۔ اِس سلسلے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''اِذا قامَ القائِمُ لایَبقی اَرضٌ اِلّا نُودِیَ فیها شَهادَةُ اَن لا اِله اِلّا اللّهُ وَ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ الله؛ یعنی: جب ''قائمؑ'' قیام کریں گے تو کرۂ ارض پر کوئی بھی جگہ ایسی نہ ہو گی جہاں پر توحید اور نبوت کی گواہی نہ دی جائے''(14)۔ زمین اسلام و مسلمین کی خدمت اور سربلندی کیلئے اپنے خزانوں کا منہ کھول دے گی۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''تَظْهَرُ لَهُ الْكُنُوزُ يَبْلُغُ سُلْطَانُهُ الْمَشْرِقَ وَ الْمَغْرِبَ وَ يُظْهِرُ اللّهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهِ دِيْنَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ؛ یعنی: حضرت مہدی (عج) کے لیے زمین اپنے خزانوں کے منہ کھول دے گی اور اُن کی سلطنت مشرق سے مغرب تک ہو گی اور خداوند متعال اُن کے زریعہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کرے گا چاہے مشرکین کو برا لگے''۔(15)

## ثقافتی انقلاب

اُس دور میں تمام انسان خواہ وہ کسی بھی رنگ، نسل اور قوم سے تعلق رکھتے ہوں وہ ہر قسم کی تبعیض سے منزہ ہو کر ثقافتی میدانوں میں فعال کردار ادا کریں گے اور اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق علمی مقامات حاصل کریں گے۔ اِس سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''الْعِلْمُ سَبْعَةٌ وَ عِشْرُونَ حَرْفاً فَجَمِيعُ مَا جَاءَتْ بِهِ الرُّسُلُ حَرْفَانِ فَلَمْ يَعْرِفِ النَّاسُ حَتَّى الْيَوْمِ غَيْرَ الْحَرْفَيْنِ فَإِذَا قَامَ قَائِمُنَا أَخْرَجَ الْخَمْسَةَ وَ الْعِشْرِينَ حَرْفاً فَبَثَّهَا فِي النَّاسِ وَ ضَمَّ إِلَيْهَا الْحَرْفَيْنِ حَتَّى يَبُثَّهَا سَبْعَةً وَ عِشْرِينَ حَرْفاً۔ یعنی: ''علم کے ستائیس حروف ہیں اور انبیاؑ اِن میں سے صرف دو حرف لائے ہیں، پس لوگوں کو آج تک اِن دو حروف کے سوا کچھ معلوم نہیں ہوا لیکن جب ''قائم آل محمدؑ'' قیام کریں گے تو باقی کے پچیس حروف کو بھی ظاہر اور لوگوں تک پہنچادیں گے اور نئے پچیس حروف کے ساتھ وہ دو حروف بھی ضمیمہ کردیں گے اور اِس طرح لوگوں میں مجموعاً ستائیس حروف پھیل جائیں گے''۔(16)

اِس روایت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ پچیس حروف کو ظاہر کرنے سے سب لوگ عالم و فاضل ہو جائیں گے بلکہ علم و دانش کے مراکز اور دانشگاہوں میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اسی لیے حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى شِيعَتِنَا بِمَسْجِدِ الْكُوفَةِ وَ قَدْ ضَرَبُوا الْفَسَاطِيطَ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ الْقُرْآنَ كَمَا

اُنْزِل؛ گویا میں اپنے شیعوں کو مسجد کوفہ میں دیکھ رہا ہو کہ انہوں نے خیمے لگا رکھے ہیں اور لوگوں کو قرآن مجید کی اُسی طرح سے تعلیم دے رہے ہیں جیسے وہ نازل ہوا"۔(17) لوگ علم و دانش میں اِس حد تک پہنچ جائیں گے کہ اپنی روز مرہ زندگی کے معمولی کام بھی قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق انجام دیں گے اِس سلسلہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "۔۔۔تُؤْتَوْنَ الْحِكْمَةَ فِي زَمَانِهِ حَتَّى إِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَقْضِي فِي بَيْتِهَا بِكِتَابِ اللّهِ تَعَالَى وَ سُنَّةِ رَسُولِ اللّهِ (ص)؛ یعنی: "حضرت مہدیؑ کے دورِ حکومت میں لوگ علم کی دولت سے اِس قدر مالا مال ہوں گے کہ عورت بھی اپنے گھر میں قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ کرے گی یعنی اپنی زندگی کے تمام معاملات کی مینجمنٹ قرآن وسنت کی روشنی میں کرے گی"۔(18)

## امن وامان میں انقلاب

صحت وسلامتی اور امن وامان کا مسئلہ انسانیت کے لیے بنیادی حیثیت کا حامل ہے(19) جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، قیام امن کے لیے دنیا میں اقوام متحدہ اور عالمی امنیت پر نظارت کے لیے "سیکیورٹی کونسل" کی بنیاد رکھی گئی ہے لیکن اِس کے باوجود قیام امن کی راہ میں رکاوٹ ظاغوتی طرز تفکر کی حامل طاقتیں ہیں جن کے ہاتھوں یہ بین الاقوامی ادارے یرغمال ہو کر رہ گئے ہیں جس کے باعث ہم کشمیر، فلسطین، برما، افغانستان وغیرہ میں انسانیت سوز مظالم کا تسلسل دیکھتے ہیں۔اِس تمام تر صورتحال کے پیش نظر یہ واضح ہوجاتا ہے کہ دنیا میں امن قائم کرکے اُسے امنیت کا گھوارہ بنانا کس قدر دشوار ہے لیکن امنیت کا قیام ہر گز ناممکنات یا محالات میں سے نہیں کیونکہ ظلم کو ختم کرکے امن وہی لاسکتا ہے جو خود ظلم وجور سے پاک ہو۔ خاندان عصمت وطہارت علیہم السلام کے عقید تمند شیعہ ہر دور میں کٹھن مشکلات کا شکار اور مصائب وآلام میں مبتلا رہے ہیں لہٰذا جیسے ہی جمالِ نور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مہدی موعود (عج) کی جبیں میں مشاہدہ کریں گے اُن کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے اُن کی درونی اور روحانی کیفیت میں معنویت کا انقلاب برپا ہوگا۔اس سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "إِنَّ اللّهَ نَزَعَ الْخَوْفَ مِنْ قُلُوبِ شِيعَتِنَا وَ أَسْكَنَهُ قُلُوبَ أَعْدَائِنَا فَوَاحِدُهُمْ أَمْضَى مِنْ سِنَانٍ وَ أَجْرَى مِنْ لَيْثٍ يَطْعَنُ عَدُوَّهُ بِرُمْحِهِ وَ يَضْرِبُهُ بِسَيْفِهِ وَيَدُوسُهُ بِقَدَمِهِ؛ خداوند متعال ہمارے شیعوں کے دلوں سے خوف کو نکال کر ہمارے دشمنوں کے دلوں میں ڈال دے گا، اُن میں سے ہر ایک نیزے سے زیادہ تیز اور تلوار سے زیادہ مضبوط ہوگا لہٰذا وہ اپنے نیزے کی نوک سے دشمن کو زخمی اور اپنی تلوار سے دشمن کا قلع قمع کرکے اُسے پچھاڑ دیں گے۔(20)

حضرت مہدی (عج) کی حکومت میں اِس قدر امنیت ہوگی کہ حیوانات وحشی بھی اپنی فطری عادت کو ترک کرکے دوسرے حیوانات اور انسانوں کے ساتھ مسالمت آمیز زندگی گذاریں گے اِس سلسلہ میں متعدد روایات بھی نقل ہوئی ہیں جیسے؛حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "۔۔۔وَ اصْطَلَحَتِ السِّبَاعُ وَ الْبَهَائِمُ۔۔۔؛ یعنی: " (جب قائم آل محمدؑ قیام کریں گے تو اُس وقت) وحشی درندے اور چوپائے آپس میں مل جُل کر رہیں گے"۔(21) تفسیر در منثور میں سورہ توبہ کی آیت "لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ" کی تفسیر میں جابر سے روایت نقل کرتے ہیں کہ (ایسا نہیں ہوگا مگر یہ کہ) "۔۔۔حَتَّى تَأْمَنَ الشَّاةُ وَ الذِّئْبُ وَ الْبَقَرَةُ وَ الْأَسَدُ وَ الْإِنْسَانُ وَ الْحَيَّةُ وَ حَتَّى لَا تَقْرِضَ فَأْرَةٌ جِرَاباً؛ یعنی: "بھیڑیے سے بھیڑ، شیر سے گائے اور سانپ سے انسان محفوظ رہے اور مل کر زندگی گذاریں اور یہ اُس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کوئی بھی چوہا مشک میں سوراخ کرنا بند نہ کردے۔۔۔"۔(22) نیز ایک روایت میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "بھیڑ اور بھیڑیا ایک ہی جگہ چریں گے، بچے سانپوں اور بچھوؤں سے کھیلیں گے وہ انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے، شر ختم ہو جائے گا اور خیر باقی رہ جائے گا"۔(23)

## صحت کے شعبے میں انقلاب

آج دنیا میں بیماریوں کے پیچھے مضر صحت غذاؤں اور ادویات کے استعمال کے علاوہ سیاسی مقاصد پوشیدہ ہیں اور جب حضرت امام زمان (عج) ظہور فرمائیں گے تو آپؑ کے وجود بابرکت کی بدولت لوگ ہر قسم کے مرض اور کمزوری سے صحت یاب ہو جائیں گے۔اِس سلسلہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "مَنْ أَدْرَكَ قَائِمَ أَهْلِ بَيْتِي مِنْ ذِي عَاهَةٍ بَرَأَ وَ مِنْ ذِي ضَعْفٍ قَوِيَ؛ یعنی: "قائم آل محمدؑ" کو درک کرنے والا ہر مریض اُن کے بابرکت وجود کی بدولت صحیح وسالم اور ہر قسم کی کمزوری سے تندرست ہو کر طاقت ور ہو جائے گا (24) اور آپؑ کی حکومت میں نظام عدل کے قیام کی بدولت انسانوں کو بیمار کرکے اُن کا استحصال کرنے سے متعلق تمام پالیسیاں ختم ہو جائیں گے۔لوگوں کی خوراک سالم ہونے اور جسمانی ضرورت کے مطابق استعمال سے خود بخود لوگ بیمار ہی نہیں ہوں گے اور اِس طرح صحت وسلامتی کے شعبے میں انقلاب برپا ہوگا۔

## نظریاتی واخلاقی انقلاب

حضرت امام زمان (عج) کی حکومت میں ہر شخص نظریاتی اور اخلاقی طور پر کامل، عاقل، بالغ اور رشید ہوگا۔ اِس سلسلہ میں امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "إِذَا قَامَ قَائِمُنَا وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رُءُوسِ الْعِبَادِ فَجَمَعَ بِهِ عُقُولَهُمْ وَ أَكْمَلَ

بِهِ أَخْلَاقَهُمْ؛ یعنی: "جب ہمارے "قائمؑ" قیام کریں گے تو اپنا(امامت کا شفقت بھرا ید اللہی) ہاتھ لوگوں کے سروں پر رکھیں گے جس سے لوگوں کی عقل اور اخلاقیات کامل ہو جائیں گے" (25) یعنی حضرتؑ کے ظہور کے بعد معاشرہ بلوغ فکری کے ساتھ اخلاقی لحاظ سے بھی باکمال اور بے نظیر ہوگا، معاشرے میں الٰہی قانون کی حکمرانی ہوگی اور خود مجری قانون میں قانون کی خلاف ورزی اور اسلامی مجازات سے خوف محسوس کرے گا تو ایسے پُرامن معاشرے میں کسی کو دوسرے پر ظلم کرنے کی جرئت نہ ہوگی اور معاشرہ مدینۂ فاضلہ بن جائے گا۔ معاشرے سے اخلاقی برائیاں ختم ہو جائیں گی جن میں سب سے بڑی برائی "جھوٹ بولنا" ہے۔ (26) لہٰذا اِس سلسلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "۔۔۔ بِهِ يَمْحَقُ اللَّهُ الْكَذِبَ وَيُذْهِبُ الزَّمَانَ الْكَلِبَ۔۔۔؛ یعنی: "خداوند متعال حضرت مہدی(عج) کے زریعہ جھوٹ اور زمانے کی سختیوں کا خاتمہ کر دے گا"۔ (27)

## عمرانی انقلاب

حضرت امام مہدی(عج) طاغوت کی سرنگونی کے بعد زمین کے انفراسٹرکچر کی تعمیر کرتے ہوئے عمرانی انقلاب برپا کریں گے اِس سلسلہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "۔۔۔فَلَا يَبْقَى فِي الْأَرْضِ خَرَابٌ إِلَّا قَدْ عُمِرَ۔۔۔؛ یعنی: "زمین پر کوئی ویران جگہ باقی نہیں رہے گی اور ہر طرف تعمیر و ترقی ہو جائے گی"۔ (28)

## اقتصادی انقلاب

کسی بھی حکمران کے لیے عوام کی تین ضروریات (امنیت، عدالت اور رزق کی فراوانی کو) پورا کرنا نہایت ضروری ہے؛ (29) اسی لیے اسلامی تعلیمات میں معیشت اور معنویت ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "لَا الْخُبْزُ مَا صَلَّيْنَا وَ لَا صُمْنَا وَ لَا أَدَّيْنَا فَرَائِضَ رَبِّنَا؛ یعنی: "اگر روٹی (یعنی جسم کی طاقت اور غذائیت کا ضروری سامان) نہ ہو تو ہم (کمزوری کے باعث) نماز نہیں پڑھ سکتے، روزہ نہیں رکھ سکتے اور اپنے پروردگار کی طرف سے فرض دوسری زمہ داریوں کو بھی پورا نہیں کر سکتے ہیں" (30) لہٰذا حضرت امام زمانہ(عج) کی حکومت کی ایک اہم اور نمایاں خصوصیت "اقتصادی انقلاب" برپا کرنا ہے۔ اِس سلسلہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "۔۔۔وَ يُعْطِي النَّاسَ عَطَايَا مَرَّتَيْنِ فِي السَّنَةِ وَ يَرْزُقُهُمْ فِي الشَّهْرِ رِزْقَيْنِ وَ يُسَوِّي بَيْنَ النَّاسِ حَتَّى لَا تَرَى مُحْتَاجاً إِلَى الزَّكَاةِ وَ يَجِيءُ أَصْحَابُ الزَّكَاةِ بِزَكَاتِهِمْ إِلَى الْمَحَاوِيجِ مِنْ شِيعَتِهِ فَلَا يَقْبَلُونَهَا فَيَصُرُّونَهَا وَ يَدُورُونَ فِي دُورِهِمْ فَيَخْرُجُونَ إِلَيْهِمْ فَيَقُولُونَ لَا حَاجَةَ لَنَا فِي دَرَاهِمِكُمْ؛۔۔۔؛ یعنی:

"(حضرت مہدیؑ) سال میں دو مرتبہ لوگوں پر اپنی بزل و بخشش کریں گے، ہر ماہ میں دو مرتبہ انہیں اُن کی ضروریات زندگی دیں گے، لوگوں میں اِس قدر برابری اور مساوات قائم کریں گے کہ زکوۃ کے لیے کوئی محتاج نہیں ملے گا اور لوگ اپنی زکوۃ حضرت کے چاہنے والے ضرور تمندوں کے پاس لائیں گے لیکن وہ اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیں گے، پھر وہ ذکوۃ کے اموال کو بوریوں میں بھر کر ادھر ادھر لیے ضرو تمندوں کو تلاش کریں گے لیکن لوگ انہیں کہیں گے کہ ہمیں آپ کے اموال کی ضرورت نہیں۔۔۔"۔(31)

## نظام عدل میں انقلاب

متعدد روایات میں حضرت مہدی(عج) کا تعارف عادل حکمران کی حیثیت سے کروایا گیا ہے۔آپؑ کی حکومت میں عدل و انصاف کی ایسی عالی ترین عملی مثال قائم ہو گی جو اِس سے پہلے کبھی نہ کسی نے دیکھی اور نہ سنی ہو گی، بطور مثال ہم اِس روایت کو نقل کرتے ہیں: ''وَ أَنَّهُ هُوَ الَّذِي يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطاً وَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَ جَوْراً۔۔۔؛یعنی: "تحقیق مہدی (عج) وہ ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے ایسے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی"۔(32) اور آپؑ عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے حضرت داوٗد اور سلیمان (علی نبینا و آلہ و علیہما السلام) کے نقش قدم پر چلیں گے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''اِذا قامَ قائِمُ آلِ مُحَمَّدٍ حَكَمَ بِحُكمِ داوُدَ وَ سُليمانَ، لايَسأَلُ النّاسَ بَيِّنَةً؛یعنی: "جب قائم آل محمدؐ ظہور کریں گے تو وہ حضرت داوٗد اور سلیمان (علی نبینا وآلہ وعلیہما السلام) کی طرح اپنے علم (غیب) کی مدد سے فیصلے کریں گے اور قضاوت کے لیے کسی سے گواہ طلب نہیں کریں گے"۔(33)

## ذرائع ابلاغ میں انقلاب

آج ذرائع ابلاغ کے اِس جدید دور میں حضرت مہدی(عج) کی حکومت میں رونما ہونے والے ٹیکنالوجی انقلاب اور اُس سے متعلق روایات کو سمجھنا آسان ہے۔اِس سلسلہ میں عمدہ طور پر موجود روایات کو اِس جدید دور کے جدید وسائل سے مطابقت بھی دی جاسکتی ہے لیکن جب ہم موجودہ دور کے وسائل میں موجود نقائص کو دیکھتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مہدی(عج) کے دورِ میں یہ سب نقائص بر طرف ہو جائیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بشر اِن وسائل کے بغیر بھی احسن انداز میں اور ہر قسم کے نقص سے بالاتر کیمونیکشن سسٹم وضع کر سکے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''إِنَّ قَائِمَنَا إِذَا قَامَ مَدَّ اللَّهُ لِشِيعَتِنَا فِي أَسْمَاعِهِمْ وَ أَبْصَارِهِمْ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ

الْقَائِمِ بَرِيدٌ يُكَلِّمُهُمْ فَيَسْمَعُونَ وَ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ وَ هُوَ فِي مَكَانِهِ؛ یعنی: "جب قائم آل محمدؑ قیام کریں گے توخداوند متعال ہمارے شیعوں کی قوتِ سماعت اور بصارت کو اِس قدر مضبوط کردے گا کہ گویا اُن کے اور حضرت قائمؑ کے درمیان فاصلہ باقی نہ رہے گا اور وہ (دور دراز جگہ سے بھی حضرت قائمؑ کو بلاواسطہ) دیکھ اور سُن سکیں گے"۔(34)

نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: ''إِذَا قَامَ الْقَائِمُ بَعَثَ فِي أَقَالِيمِ الْأَرْضِ فِي كُلِّ إِقْلِيمٍ رَجُلًا يَقُولُ عَهْدُكَ فِي كَفِّكَ فَإِذَا وَرَدَ عَلَيْكَ أَمْرٌ لَا تَفْهَمُهُ وَ لَا تَعْرِفُ الْقَضَاءَ فِيهِ فَانْظُرْ إِلَى كَفِّكَ وَ اعْمَلْ بِمَا فِيهَا۔۔۔؛ یعنی: "جب حضرت قائم آل محمدؑ قیام فرمائیں گے تو زمین پر ہر جگہ کے لیے حاکم تعین فرمائیں گے اور اُنہیں کہیں گے کہ تمہارا وظیفہ تمہارے ہاتھ کی ہتھیلی میں ہے اور جب بھی تم پر کوئی ایسی مشکل پیش آئے جس کا وظیفہ تمہیں معلوم نہ ہو تو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر دیکھو اور اُس پر عمل کرو جو تمہیں اُس پر لکھا ہوا ملے"۔(35) یہاں پر حضرت امام صادق علیہ السلام اُس دور کے ارتباطی جدید سسٹم کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جس کی مدد سے حضرتؑ حکومتی نمائندوں کو درپیش مسائل کو فوراً حل فرمادیں گے۔

## ماحولیاتی انقلاب

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ماحولیاتی آلودگی سے مقابلے میں حضرت امام زمانہ (عج) کی حکومتی پالیسی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''۔۔۔يُوَسِّعُ الطَّرِيقَ الْأَعْظَمَ فَيَصِيرُ سِتِّينَ ذِرَاعاً وَ يَهْدِمُ كُلَّ مَسْجِدٍ عَلَى الطَّرِيقِ وَ يَسُدُّ كُلَّ كُوَّةٍ إِلَى الطَّرِيقِ وَ كُلَّ جَنَاحٍ وَ كَنِيفٍ وَ مِيزَابٍ إِلَى الطَّرِيقِ ؛یعنی: "وہ مین سڑک کو مزید بڑا کردیں گے یہاں تک کہ وہ 60 ذراع (36) تک ہو جائے گی، تمام ایسی مسجدیں جو لوگوں کا راستہ روکے ہوں انہیں گرادیں گے، راستے میں کھلنے والی تمام کھڑکیوں کو بند کردیں گے اور اسی طرح لوگوں کے راستے میں موجود تمام بالکنی، گٹر اور گھروں کے پرنالے بند کروادیں گے"۔(37)

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''۔۔۔وَ لَوْ قَدْ قَامَ قَائِمُنَا لَأَنْزَلَتِ السَّمَاءُ قَطْرَهَا وَ لَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ نَبَاتَهَا وَ لَذَهَبَتِ الشَّحْنَاءُ مِنْ قُلُوبِ الْعِبَادِ وَ اصْطَلَحَتِ السِّبَاعُ وَ الْبَهَائِمُ حَتَّى تَمْشِيَ الْمَرْأَةُ بَيْنَ الْعِرَاقِ إِلَى الشَّامِ لَا تَضَعُ قَدَمَيْهَا إِلَّا عَلَى النَّبَاتِ وَ عَلَى رَأْسِهَا زَبِيلُهَا لَا يُهَيِّجُهَا سَبُعٌ وَ لَا تَخَافُهُ؛ یعنی: "جب قائم آل محمدؑ قیام کریں گے تو آسمان بارانِ رحمت برسائے گا، زمین سبزہ اُگائے گی، لوگوں کے دلوں سے کینہ اور دشمنی ختم ہو جائے گی، وحشی درندے اور چوپائے آپس میں مل جُل کر رہیں گے یہاں تک کہ عورت اپنے سر پر ٹوکری رکھے

عراق سے شام تک کا سفر کرے تو وہ اپنا پاؤں سبزے کے سوا کسی چیز پر نہ رکھے گی اور راستے میں کوئی بھی درندہ اُسے خوفزدہ نہیں کرے گا"۔(38) ایک دوسری جگہ ملتا ہے کہ: ''يَرْعَى الذِّئْبُ فِي أَيَّامِهِ مَعَ الْغَنَمِ(39)وَ يَرْضَى عَنْهُ سَاكِنُ السَّمَاءِ وَ الطَّيْرُ فِي الْجَوِّ وَ الْحِيتَانُ فِي الْبِحَارِ؛ یعنی: "حضرت مہدی(عج) کے زمانے میں بھیڑ اور بھیڑیا ایک ساتھ چریں گے اور اُن سے آسمانی مخلوقات، جوّ میں موجود پرندے اور پانی میں موجود مچھلیاں راضی ہوں گی۔(40)

## نتیجہ

ہم نے اِس تحقیق میں حضرت امام زمان علیہ السلام کی الٰہی حکومت کی چند چیدہ چیدہ خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپؑ اپنے جد امجد ﷺ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے تمام جاہلانہ رسومات کا خاتمہ کردیں گے، خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام کے عقید تمند شیعہ آپؑ میں جمالِ نور پیامبر ﷺ کی زیارت کرتے ہی آپؑ کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے، اُن کے دلوں سے خوف وہراس، کینہ اور دشمنی نکل جائے گا، وہ عقلی، علمی اور اخلاقی لحاظ سے کامل ہو جائیں گے، نوجوان اہم عہدوں پر فائز ہو کر زمین کی بھاگ ڈور سنبھالیں گے، طاغوت کی سرنگونی کے بعد زمین کے انفراسٹرکچر کی تعمیر سے عمرانی انقلاب برپا ہوگا، زمین اپنے خزانوں کے منہ کھول دے گی، مشرق سے مغرب تک اسلامی تعلیمات کے مطابق الٰہی سلطنت قائم ہوگی جس میں امنیت اور عدالت کو بول بالا ہوگا، اِس قدر رزق کی فراوانی ہوگی کہ کوئی بھی ذی روح کسی کا محتاج نہیں ہوگا، ہر طرف ہریالی اور سبزہ ہوگا، وحشی درندے اور چوپائے آپس میں مل جُل کر رہیں گے، تمام مخلوقات اِس حکومت سے راضی ہوں گی اور اِس قدر امنیت ہوگی کہ حیوانات وحشی بھی اپنی فطری عادت کو ترک کرکے دوسرے حیوانات اور انسانوں کے ساتھ مسالمت آمیز زندگی گذاریں گے۔

*****

# حوالہ جات

1۔ سورۂ احزاب: ۷۲

2۔ سورۂ ہود: ۸۶

3۔ سورۂ قصص، آیت نمبر5؛ اگرچہ اِس آیت کا شانِ نزول بنی اسرائیل ، حضرت موسیٰ علی نبینا و آلہ و علیہ السلام اور فرعون سے متعلق ہے لیکن آیت میں کلمہ ارض کے اطلاق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام کرۂ ارض پر حکومت نہ ہونے سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اِس آیت کا حقیقی مصداق حضرت امام زمانہ (عج) کی ذات گرامی ہیں جن کی حکومت تمام کرۂ ارض پر قائم ہو گی اور وہ زمین سے ظلم وجور کا خاتمہ کرکے اُسے کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

4 ۔اے میرے پروردگار! مجھے (حضرت مہدیؑ کے) جمالِ ارجمند اور نورانی پیشانی کا دیدار کروااور میری آنکھوں میں اُن کے دیدار کا سرمہ لگا اور اُن کے ظہور میں تعجیل اور خروج میں آسانی فرما۔؛ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج53، ص93،ح111، ناشر: مؤسسہ الوفاء، سال اشاعت: 1404ق، بیروت۔

5۔ ''مَنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ أَرْبَعِينَ صَبَاحاً بِهَذَا الْعَهْدِ كَانَ مِنْ أَنْصَارِ قَائِمِنَا فَإِنْ مَاتَ قَبْلَهُ أَخْرَجَهُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ قَبْرِهِ وَ أَعْطَاهُ بِكُلِّ كَلِمَةٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ وَ مَحَا عَنْهُ أَلْفَ سَيِّئَةٍ۔۔''؛ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج53، ص93، ح111۔

6۔ الغیبۃ، محمد بن ابراہیم نعمانی، ص230، ناشر: نشر صدوق، سال اشاعت: 1397ق، تہران۔

7۔ اِس روایت کو ابن طاووس نے اپنی کتاب التشریف میں نقل کیا ہے اور ہماری تحقیق کے مطابق یہ روایت کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں؛ التشریف بالمنن فی التعریف بالفتن، علی بن موسی ابن طاووس، ص295، ناشر: مؤسسۃ صاحب الأمر (عج)، سال اشاعت: 1416ق، قم۔

8۔ ابن طاووس کی کتاب میں نقل اِس روایت میں کلمۂ امانت سے پہلے کے چند کلمات موجود نہیں لیکن صدر و ذیل روایت سے اِس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ممکنہ طور پر مراد امانت میں خیانت نہ کرنے پر بیعت ہو۔

9۔ سابقہ حوالہ۔

10۔ یہ شرائط حضرت امام زمانہ (عج) اور اُن کے اصحاب کے درمیان اُنس و محبت اور قرب و صمیمیت کی طرف اشارہ ہے؛ سابقہ حوالہ۔

11۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص333، ح 63۔

12۔بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص327، ح 43۔
13۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص372، ح164۔
14۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص340۔
15۔ کمال الدین و تمام النعمۃ، محمد بن علی ابن بابویہ، ج1، ص331، ناشر: اسلامیہ، سال اشاعت: 1395ق، تہران۔
16۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص336، ح73۔
17۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص364، ح139۔
18۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص352، ح106۔
19۔''نِعْمَتانِ مَجهولَتانِ الصِّحَّةُ وَالأمانُ؛ مجموعہ رسائل در شرح احادیثی از کافی، مہدی سلیمانی آشتیانی و محمد حسین درایتی، ج2، ص254، ناشر: دار الحدیث، سال اشاعت: 1387ش، ایران؛ قم۔
20۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص336، ح70۔
21۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص316، ح 11۔
22۔ تأویل الآیات الظاہرۃ فی فضائل العترۃ الطاہرۃ، علی استر آبادی، ص663، ناشر: مؤسسہ النشر الإسلامی، سال اشاعت: 1409 ق، ایران، قم (بہ نقل از الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، جلال الدین السیوطی، ج3، ص231)۔
23۔ نجم الثاقب فی إحوال الإمام الغائب، محدث نوری، ج1، ص206، ناشر: مسجد جمکران، سال اشاعت: 1384ق، قم۔
24۔ الخرائج والجرائح، قطب الدین راوندی، ج2، ص839 ناشر: مؤسسہ امام مہدی (عج) سال اشاعت: 1409ق، قم۔
25۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص336، ح71۔
26۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ جَعَلَ لِلشَّرِّ أَقْفَالًا وَ جَعَلَ مَفَاتِيحَ تِلْكَ الْأَقْفَالِ الشَّرَابَ وَ الْكَذِبُ شَرٌّ مِنَ الشَّرَابِ؛ خداوند متعال نے تمام برائیوں (جنہیں شر سے تعبیر کیا ہے) کے لیے تالے بنائے ہیں اور شراب کو اُن تالوں کی چابی قرار دیا ہے اور جھوٹ شراب سے بھی بڑی برائی ہے''؛ الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، ج2، ص339، ح3، ناشر: دار الکتب الإسلامیۃ، سال اشاعت: 1407 ق، تہران؛ نیز حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''جُعِلَتِ الْخَبَائِثُ فِي بَيْتٍ، وَ جُعِلَ مِفْتَاحُهُ الْكَذِبَ؛ تمام خباثتوں اور برائیوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا جائے تو اُس کمرے کی چابی جھوٹ ہے''؛ نزہۃ الناظر و تنبیہ الخاطر، ص، حسین بن محمد حلوانی، ناشر: مدرسۃ الإمام المہدی (عج)، سال اشاعت: 1408 ق، قم۔
27۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج51، ص75، ح29۔

28۔ کمال الدین و تمام النعمۃ، محمد بن علی ابن بابویہ، ج1، ص331، ناشر: اسلامیہ، سال اشاعت: 1395ق، تہران۔

29۔ ''وَ عَلَى السُّلْطَانِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ يَحْتَاجُ النَّاسُ طُرّاً إِلَيْهَا الْأَمْنُ وَ الْعَدْلُ وَ الْخِصْب''؛ تحف العقول، حسن بن علی ابن شعبہ حرانی، ص320، ناشر: جامعہ مدرسین، سال اشاعت: 1404ق، قم۔

30۔ الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، ج5، ص73، ح13۔

31۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص390۔

32۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج26، ص263۔

33۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص320۔

34۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص336، ح72۔

35۔ الغیبۃ للنعمانی، محمد بن ابراہیم ابن ابی زینب، ص319، ح8۔

36۔ زراع کہنی سے انگلی کے سرے تک کی درمیانی جگہ کو کہتے ہیں جس کی تقریبی مقدار 4/65 سینٹی میٹر ہوتی ہے۔

37۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص333، ح 61۔

38۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج52، ص316، ح 11۔

39۔ یہاں بھیڑ اور بھیڑے کا ایک ساتھ چرنا ظلم و جور کے خاتمے کی طرف اشارہ ہے یعنی اُس دور میں روی زمین پر کوئی ظالم بھی باقی نہیں رہے گا جس سے کسی مظلوم کو خوف محسوس ہو۔

40۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، ج36، ص219۔

# خدا کی شناخت اور اس کی معرفت

**قال علی علیہ السلام عرفت اللہ بفسخ العزائم وحل العقود ونقض الهمم**

(نہج البلاغہ، حکمت، (۲۵۰)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ارادوں کے ٹوٹ جانے، نیتوں کے بدل جانے اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے میں نے خدا کی ذات کو پہچانا ہے۔"

# صلہ رحمی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

**ان اعجل الطاعة ثوابا لصلة الرحم۔** (شیخ کلینیؒ، الکافی، ج ۲، ص ۳۴۷)

" وہ نیکی جس کا اجر بہت جلدی ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے۔"

# ETHICS AND POLITICS IN THE BEHAVIOR OF IMAM 'ALI (A.S)
## (The viewpoint of Imam Khomeini)

By: ***Dr Karam Hussain wadho****

***ABSTRACT***

Agreeing to the Muslim researchers, ethics includes all human mannerisms are shaped either by inheritance or environment & constitute one's personality through influencing his/her practices, behaviors, modes of thinking and speech. Both words belong to the attitude and welfare of society. The author has honour to introduce the system of willayat Faqih in the University of Sindh Jamshoro Pakistan and awarded the degree of Doctorate on this system.

This topic is thought provoking for understanding the ethics and politics he has to go through the symbol which consist all these imagines. It is f`act that we cannot understand and know that the life of Hazrat Ali was fully of sorrows and he was the dispenser of difficulties actually in last time Imam Khomeni adopted it and his revolution is result of these struggles. Imam Khomeini learned these from the life of Hazrat Ali (A.S). We can say that He was the real follower of Imam Ali that after taking over the Charge of Government He used to reside in simple home in Tehran.

The author has visited that during his visit to Islamic Republic of Iran. Imam Khomeini introduced a system of Islamic Government and righteous political system. We can say that this perfect follow of ethics and political behaviour of Ali (A.S)

**.Associate Prof/Additional Director Colleges Larkana sindh*

## ***INTRODUCTION***

Raghib in his Mufradat al-Qur'an says that although the two terms "*Khalq*" (creation) and "*Khulq*" (human traits) are identical, but the former refers to apparent configurations which are observable with naked eyes, whereas the latter refers to the internal characteristics of a person which can only observed with the hearts. (1) As per Arabic dictionary there are lots of meanings of politics these are as follows:

I.e. System, look after of the matters, planning of state, leadership, techniques, diplomacy, policy and statues of world foundation. (2)

Due to that it is in Hadith that "whosoever bears good politics you should follow him" (3)

As the bodies of all human beings are different in terms of their beauty and ugliness, souls are also different in that some are good and some are inhuman. In the final analysis, the structure of human body depends on the superhuman rules of creation, whereas traits and attitudes are mostly learned and formed through hardships.

Ibn Miskaweh in his book *Taharat ul-A'raq* writes, "*Khulq* is one of the characteristics of human self which draws man to carry out his daily affairs without any thinking. Regarding politics and planning of state as well as leadership Hazrat Ali a.s said "o. People amongst you who has plenty of knowledge regarding commands of his Lord is right to rule because this is not a rank but it is trust of Almighty Allah which will not be handed over to lunatic or ignorant" (4)

Further in this regard hazrat Ali had written to his Governor Usban s/o Hunaif when he accepted the invitation of wealthy in which bagger deprived and rich invited. Hazrat Ali (a.s) wrote him with full anger that every follower has a Imam (leader) whom he follows and from whose knowledge he takes light. The Imam asked him to realise that his leader

(viz. Imam Ali) has contented himself with shabby pieces of cloths out of the world and two loaves for his meal. Realizing the inability of him, Imam Ali asked him to support him in piety, exertion, chastity and uprightness. Finally, the Imam described his ascetic attitude towards the world by saying that he has not taken anything from the world. (5)

Similarly Ayatullah khomeni said that "any Jurist who acts dictatorially will be dismissed from guardianship, because leadership in the divine religions including Islam is not in itself something grant to make man proud and self-conceited."(6) Further he said "the Qualities and attributes required in the Head of a Government can be deduced from Islamic thought and teachings, besides the general attribute required of Leader in any other setup, the Head of Islamic Government must Necessarily be thoroughly versal in Islamic Jurisprudence and be of balanced (adil) Disposition"(7)

I would like to quote the piece of sermon three of Nahjul Balagha (the path of eloquence) regarding the leadership which is sub meaning of politics in which the commander of Believers stated that "By Him who split the grain and created living beings if people had not come to me and supported had no exhausted the argument and if there had been no Pledge of Allah with the learned to the effect that they should not acquiesce in the gluttony of the oppressor and the hunger of the oppressed I would have cast the rope on its own shoulders and would have given the last one" (8)

The point view of Imam Khomeini is similarly that is manifests in his speeches as under "man's degradation and fall is due to deprivation of his rights and his submission to other human beings therefore man must rise against these fetters and changes of bondage and to challenges those who invite us to servitude"(9) Imam Ali (a.s) has given more importance to ethics and politics while Imam Khomeini's motive was also same that is why he said after returning from France "I have often declared that I have entered in No Brother-hood pact with anyone regardless of their positions or status the frame work for my friendship lies in the honesty and veracity of each individuals God Knows that I do not consider myself entitled to any immunity right and privilege if I commits err I am ready to be taken task"(10)

Mola Ali a.s always afraid from Almighty Allah and in the field of battle he used to show his provess due to that Hazrat Umar said "I have astonished life of Ali he is smiling in war and weeping in temple while supplicating to Almighty Allah" it is further fact that when it was asked from Ali a.s": have you seen Almighty Allah? Then He replied: "I never worship whom I did not see" and then he further said "I have never seen anything but before and after upper and below I have seen Almighty Allah.(11) Same position of Imam Khomeni he said "the universe is presence before Almighty Allah so do not sin in the presence of God fear none but God and put your trust only On God."(12)

It is real fact that Prophet S.a.w advice to Ali "o Ali: the kernel of wisdom is fear from Allah and whosoever is afraid from Him all things fear from whom and whosoever does not fear from Allah he timid from all creatures."

Imam Khomeini has perfectly followed this advice due to That he has said we not afraid from America or other cruel if the taking rights from cruel to innocents is dictatorship then we are large dictators of world and after establishment of revolutionary Government of Islamic Republic of Iran it was famous slogan of Islamic Government of Iran neither Russia nor America but super power is Allah. It is also famous event that when America felt that this revolutionary Government dislike us they tried to enhance cooperation and collaboration with them that is why they sent emissaries to Tehran headed by Mag for lain special Assistant of Ex US President when He arrived Maherabad Airport asked the security officials to meet me with Imam Khomeni I have brought for him Bible and friendship cake we like to enhance cooperation with your country.

When Ayatullah Khomeini come to know he replied we have no need of their help Bible and cake we have Quran and Ahlbait I do not like to meet him this view is According to Quran that Christians and Jews will never friend you except you believe on their religion that is why Imam Khomeini regretted to meet them and said " he is our Guest according to saying of prophet (s.a.w) respect your guests even they were pagans" you treat them very well at the time of returning without meeting with the supreme leader emissary said even Russia is our enemy if I would go

there soviet president would have say warmly welcome to me but this leader's wonderful behaviour shows he not like to meet us.

If we deeply study the Quran there is precedent of real monotheist Government of Hazrat solemn when gifts of polytheist Government received he regretted to receive and Queen of Saba Already decided if he is Realist or Representative of Allah Then he will never accept it because corrupt will be pleased on gifts"(13) Hazrat Ali (a.s) advice his son "O my son; be assistant of oppressed and quarrelled with cruel."(14)This is also followed by Ayatullah Khomeini because he said in his speech "we are neither Cruel nor we tolerate cruel."(15)

***<u>Political behavior</u>***

Imam 'Ali' ('a) on the political domain and that of state administration can be stated in three different fields the first is that of people and society, development of society as lying on shoulders of political regime."(16)

That correcting and improving the status of citizens with in human dimension possible through Justice could bring about an incomparable degree of development in all countries.

Second field is political Imam Ali held that Justice guarantees the continuing of power and nothing safeguard states as much as justice, third field relates to political elite of state person the politically freedom of Imam Ali's opponents is based upon three major reasons which arises from the principles of Justice firstly one cannot be punished before crime has been committed." (17)

That nobody can be arrested or their freedom restricted merely on the grounds that they might commit criminal acts secondly suspect cannot be serve the basis with respect of reacting to political opponents and dissidents since they are individual human beings with their own human rights taking action based on suspect is principally an act of cruelty and thereby injustice.

Thirdly stirring fear and panic among dissidents and opponents is an act of injustice and cruelty since the prime responsibility of state is to promote security throughout the society."(18)

Important issue in Imam Ali's political thought is the frame work of freedom on the opposition it appears that the limits of theatrical and practical methodology of Imam Ali that is maintaining security through the society.

The rules laid-down by Imam Ali (a.s) regarding human rights seems to be better and more useful as compare to the UN Declaration of Human Rights. It is fact that George Jordac has accepted it that "we may say briefly that from point of view of their purport there is no difference between the rules laid-down by Hazrat Ali regarding human Rights and the character of the united Nations, he further added that there is no chapter 5 of the U.N Which is not running parallel to the rules laid-down by Ali. In fact better and more useful things are found in the instructions given by him. The difference between the two sets of rules is due to the following four reasons:

1. The charter of U.N was drafted by thousands of Intellectuals belongs to almost all the countries of the world whereas the Alavi rules enunciated by only one person viz.Ali s/o Abutalib.
2. Ali Arrived in this world 1400 years ago
3. Those who drafted U.N charter or in fact collected the requisite material for it indulged in too much extravagant talk and self-praise and boasted as world was in debated them on this account. On the contrary Ali showed humility before God and was modest before the people. He did not seek greatness or superiority.
4. This is more important than the three above that many nations out of those participated in the U.N declaration of Human rights and endorsed it. violated this and started armed conflicts to nullify and destroy it, but wherever Ali placed his foot, and whenever he said anything or unsheathed his sword, he did so to collapse tyranny and oppression and leveled the ground to march forward on the path of truth and Justice." (19)

According Imam Khomeini, the war between these two modes of thinking in the Muslim world obtains meaning and commences only when the discrimination between these two standpoints is drawn. In this regard, he says: "Making clear this truth, which is not possible in a school and belief-

system of two contradictory and opposite thoughts, is among the very important political obligations."

"The war between the barefooted and the indolent affluent has begun." (20)

"I kiss the hands and arms of all the dear people who, thought the world, are shouldering the burden of jihad for the sake of God and improving the honor of Muslims." (21)

### ***Grand Islamic Organization***

One of the fundamental concepts of Imam Khomeini's political thought is the grand Islamic organization necessary for the realization of the superior principles of the pure Muhammad an Islam, and determination in confronting the West and Colonialism. In the view of Imam Khomeini, initially, the said organization is to be conferred under the name, "Party of the Downtrodden," which in concentrate expresses the lack of power and authority in different levels. Today, the world is in need of the culture of the pure Muhammadan Islam. In a grand Islamic organization, the Muslims will destroy the prosperity, sustenance and luster of the Red and White Houses, Today, Khomeini has opened his bosom and breast for the bullets of calamity and difficult events and in facing all the cannons and missiles of the enemies, and similarly, all the lovers of martyrdom are counting days for comprehending (attaining) martyrdom.

### ***Unity and formation of the grand Islamic ummah***

One of the basic foundations of Imam Khomeini's political thought is the unity and configuration of the "Islamic Ummah" or "Grand Ummah" to which he pays attention in a historical process. He believes that the great objective of the Holy Prophet (pbuh) as well as Imam Ali (a.s) has been the forging of unity within the Muslim Ummah as well as human beings.

***Unity of the Islamic world***

The mechanism for the realization of unity and formation of the Islamic Ummah is only possible through gathering under the flag of Islamic monotheism and adhering to the Qur'an and behavior of Imam Ali (a.s). This is one of the facets of Islamic thought, which is realizable not on account of environmental pressures such as imposition of rulers, territorial and economic interests, concentrations etc. but due to its ideological strengthening. Imam Khomeini distinguishes this attitude and mindset, which is far from any kind of personal or class interests, from the national interests, applying it to the whole worked.

We are saying you to be united and the Muslims to be united; neither do we have relations with them nor do we have relations with you. We have relations with all and treat you all equally. All Muslims provided, they observe the laws of Islam, are dear for us. The Islamic nation: Turkish, Arab, and non-Arab, from Africa, from America and everywhere are dear for us.

***Obstacles to unity***

We have said that there are three main trends opposing, undermining and discouragement unity: racism, sectarianism and nationalism. The lmam believes that the traces of racism in the history of Islamic civilization go back to the Umayyad's, who promote a type of Arabism. In the contemporary period we encounter another type of racism, which has been the common product of Western conspiracies, on one hand, and the assistance of internal factors, on the other hand. Finally, it resulted in the dismemberment of the Ottoman Empire, which has been the manifestation of Muslim state and civilization.

In his opinion, racism in the Muslim world is nothing but implications and plots of the West in tackling Islam because racism, which inspires selfish sense of superiority, is significantly repugnant to the Islamic principles of classlessness and equality of human being. One great deceitfulness, which has come from the West, and has prejudiced, allured or threatened the Muslim states, can be seen by us in their press. We can see in the statements of their misinformation (materials); from the radios

can be heard that important thing that has worried the Muslim states and keeps them away from the shelter of the Holy Qur'an the issue of "racism". "This Turkish race must recite their prayers in Turkish! This Iranian race must adopt its own alphabet! The Aryan race must rule and not Islam! The Turkish race must rule and not Islam!" This racism, which is growing and growing among the gentlemen, and which they are aggravated such that we have to see where it will end up, is a childish matter.

According to Imam Khomeini, the most severe and effective weapon in creating conflict and division among the Muslims is sectarianism. The function of colonialism and the enemies of Islam have always been the dividing Muslim nations and the creating of various groups, territories and sects. Along this line, we acted very successfully so much so that nowadays we witness the existence of numerous and various governments, territories and sects.

In looking for the solution to this problem, only two ways can be observed; first is unity and then freedom from the superpowers.

All Muslims constitute a single body. Everyone in his own environment with any existing government and any existing sect in his own environment must be independent.

But how could it be possible to resolve the existing reality of the discrepancy of sects and the lofty ideal of Islamic unity? Imam Khomeini believes that the Muslims must move toward unity on the basis of their religious commonalities." Due to that Imam Khomeini suggested to all the Muslims to celebrate birth anniversary of Holy Prophet (pbuh) jointly and selected to the 12 Rabul awal to 17$^{th}$ Rabiul awal as "week of unity of Muslims although according to Sunni sect the birth date of Holy Prophet (pbuh) is 12 and in view of shiaism that is 17.The following ethics which are explicit in the path of eloquence refer all these in following sequence as under.

1- The journey and the pure mysticism
2 - Analysis on virtue and its types
3 - Moral virtues, vices Sexual morality issues
4 - Prayer and its educational effects

5 - The world and the secularists and the necessity to learn from the past in Imam Ali's words
6- Matrimony ethics and family management, educational status of the household, family and moral relationship
8 - Islamic education, religious discipline, human role models and disciplinary and their effects
9 -The woman's personality, women role in religious upbringing, the religious
10 -discipline's factors and obstacles, Moral and social security
11- Prejudice and its vice effects, Simplicity& Life style
12 -Human honor and dignity, happiness and perfection
13 -The ruler's duty in ethics growth and raising the society
14 -Secularism, arrogance and selfishness.

Imam Khomeini has also discussed the mysticism and it is obvious from his poetry that he was not merely scholar but besides this he was practise mysticism and meta physics, His simplicity shows from his famous saying that “if they call me a servant that is better than being called a leader leadership is a not what a matter; what matter is service Islam has made it necessary for us to serve”. (22)

Political thought of Imam Khomeini with his famous statement contained in his religious-political testimony: “You have to be heading toward the single Islamic state with free and independent republics.”

Taking into account the innovativeness and uniqueness of this idea in the Islamic political thought as well as the reality that the selected terminologies and peculiar condition of its substance which is the combination of unity and diversity, it is mandatory to study some of the characteristics of his way of thinking so that the motivation for arriving at the mentioned idea will be cleared as much as possible.

The first characteristic way of thinking of Imam Khomeini in the area of socio-political theorizing is its density and multidimensionality. According to thinking of this way, many elements that arc sometimes (seemingly) contradictory or conflicting, incompatible or with different frameworks find concordance, compatibility and unity with each other in the end. Courage and audacity in stating new ideas is another characteristic of

Imam Khomeini's way of thinking, which can be examined in relation to the first feature.

While being faithful to the traditions, he is one of the trendsetters in the world of ideas. At times, he commenced the unification of traditionalism and innovativeness with such sophistication that makes it seemingly extraordinary.

Another characteristic of Imam Khomeini's socio-political mindset is Realism, which has been the product of dynamic presence in the arena of theory."

Imam Khomeini states in His book "Islamic Government "there is an our whelming proof that the Infallible Imam have appointed the Religious scholars to dispense justice and administer state in view of this advice of Imam it is incumbent for all the Muslims to follow the orders of Imam in this respect."(23)

Hazrat Ali said in the last of old testament five sentences which I like a lot I daily study this early morning "the savant without action is like an evil and unjust king is like a froon the wealth which is not beneficial for hereafter is nothing else and the bagger going to door of enrich is like a dog."

Imam Khomeni in this view point not prostrate before the shah and his disciples even proclaimed the war against the dictators while from his maturity he was pious and used to perform prayer of night regularly

In the last I would like to inform the audience that the first person in the centuries is Imam Khomeini, who has succeeded in establishing Islamic Government on the basis of fully skilled Jurist selected as wali faqih.

## ***CONCLUSION***

The ethics and politics in the behaviour of Hazrat Ali (a.s) is sample for all empires specially his these instructions which was drafted by him in the Letter of Malik Ashtar nakhai when he sent him as a governor of Egypt in which He instructed him essential points for example to avoid from those miserliness, cowardice, and greedy these are different qualities but they are common in having an incorrect idea about Allah."(24)

Ayatollah Khomeini( r.a) framed committee of erudite in the different sphere of Islamic Government to control and look after the activities of

official and implement the Islamic law over through the country because he was care ful from these statues then ordered to the whole nation to adopt it
In the last of this I feel please to inform your honour to the Report of United nation in 2002 they suggested all the Muslims heads of state to follow the footsteps of Hazrat Ali 4th Orthodox Caliph of Muslim because initially he was adopt and implement law himself then orders to others that is why they
Suggested us refer jang of London 31 October 2002 While the Government of Iran is already follow this Personality." (25)

*****

## *References*

1.Mufardat Quran by Ragib Asfahan, under the term khulq page.158
2.AlQamoosul jaded by Wahed zaman Qasmi Page No. 444 Publisher Idara Islamiat Lahore
3.Usool kafi by Muhammad bin Yaqoob kulaine Chapter Alhujah hadith No. 8
4.Al Quran Surah the Women 4:5
5.Nahjul Balagha, Maktoob No. 45
6.The Narrator of Awakening Page No 269
7.Zulfiqar Overseas Issue 5-6 March 1996
8.Nahjul Balagha Sermon No. 3
9.The Narrative of Awakening P,257 byHamid Ansari published by Institute for the comilation work of Imam Khomeini Iran
10.Imam Khomeini Biography by Hamid Ansari P,247 Publisher International Affairs Department Tehran Iran
11.Muhammad Yaqoob al-Kulaini, Volume No. 1, Page 98
12.The Narrative of Awakening Page No.258
13.Al Quran Surah al-Naml (27:36
14.Nahjul Balagha Advice to Descendents before Departure, N o. 47

15.Imam Khomeini Biography by Hamid Ansari P,255
16.Qiyadat faqih by Dr Karam Hussain wadho page no.66-67
17.Zulfiquar overseas addition No6-8 march 1996 p.6
18.The narrative of awakening by Hamid Ansari p,247
19.Quran surah Naml 27:36
20.Ibd volume 2 p,168
21.Nahjulbalaga Sermon 216 Volume 2 Page206
22.Ibd volume 2 page,354
23.Nahjulbalaga Sermon 216
24.Nahjul Balagha sermon 220 page, 398
25.Nahjul Balagha sermon 40 Page.39

## EDITORIAL BOARD

Dr. Sh. Muhammad Hasnain
MIU, Islamabad.

Dr. Ali Raza Tahir
Punjab University, Lahore

Dr. Roshan Ali
IMCB, Islamabad.

Dr. Abou Turab
QIU, Islamabad

Dr. Sajid Ali Subahani
MIU, Islamabad.

## NATIONAL ADVISORY BOARD

Dr. Syed Nisaar Ali Hamdani
AJKU, AJK

Dr. Hafiz Muhammad Sajjad
AIOU, Islamabad.

Dr. Karam Hussain Wadhoo
Larkana Regional Directorate of Colleges

Dr. Qandeel Abbas Kazmi
QIU, Islamabad

Dr. Muhammad Riaz
University of Baltistan, Skardu

## INTERNATIONAL ADVISORY BOARD

Dr. Syed Rashed Abbas Naqvi
Ahlulbayiat Univ. Tehran.

Dr. Yaqoob Bashvi
MIU, Qum, Iran

Dr. Syed Talmeez Hasnain Rizvi
New Jerci, America

Dr. Ghulam Hussain Meer
MIU, Qum, Iran

Dr. Sukaina Hussain
Australia

## Registration

Pakistan: 500 PKR    Middle East: 070 $    USA, Canada, Europe: 150 $

Declaration No:7334
ISSN 2221-1659

Vol # 9
Issue: 4
Oct - Dec
2018
According to
Safar - Rabi ul Sani
1440

Quarterly Research Journal

# NOOR-E-MARFAT

Noor-e-Marfat is indexed & Abstracted by Islamic Research Index (IRI) AIOU & HEC.

Editor in Chief
S. Hasnain Abbas Gardezi

Editor
Dr. Sh. Muhammad Hasnain

Associate Editor
S. Rameez ul Hasan Mosvi

SUPERVISORY BOARD

S. Imtiaz Ali Rizvi
Patron in Chief

S. Ali Murtaza Zaidi
Patron

S. Naeem ul Hasan Naqvi
Manager Managerial Issues

Tahir Abbas
Office Assistant

Babar Abbas
Composer/Designiner

**PUBLISHER:** Syed Hasnain Abbas Gardezi

**PRINTERS:** Pictorial Press, Abpara, Islamabad.

E-mail:noor.marfat@gmail.com

# بُرے اخلاق سے پناہ کی دعا

اللّهُمّ إِنِيّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَيَجَانِ الْحِرْصِ، وَ سَوْرَةِ الْغَضَبِ، وَ غَلَبَةِ الْحَسَدِ، وَ ضَعْفِ الصّبْرِ، وَ قِلّةِ الْقَنَاعَةِ، وَ شَكَاسَةِ الْخُلُقِ، وَ إِلْحَاحِ الشّهْوَةِ، وَ مَلَكَةِ الْحَمِيّةِ وَ مُتَابَعَةِ الْهَوَى، وَ مُخَالَفَةِ الْهُدَى، وَ سِنَةِ الْغَفْلَةِ، وَ تَعَاطِي الْكُلْفَةِ، وَ إِيثَارِ الْبَاطِلِ عَلَى الْحَقّ، وَ الْإِصْرَارِ عَلَى الْمَأْثَمِ، وَ اسْتِصْغَارِ الْمَعْصِيَةِ، وَ اسْتِكْبَارِ الطّاعَةِ. وَ مُبَاهَاةِ الْمُكْثِرِينَ، وَ الْإِزْرَاءِ بِالْمُقِلّينَ، وَ سُوءِ الْوِلَايَةِ لِمَنْ تَحْتَ أَيْدِينَا، وَ تَرْكِ الشّكْرِ لِمَنِ اصْطَنَعَ الْعَارِفَةَ عِنْدَنَا۔ أَوْ أَنْ نَعْضُدَ ظَالِماً، أَوْ نَخْذُلَ مَلْهُوفاً، أَوْ نَرُومَ مَا لَيْسَ لَنَا بِحَقّ، أَوْ نَقُولَ فِي الْعِلْمِ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں حرص کی طغیانی، غضب کی شدت، حسد کی چیرہ دستی، بے صبری، قناعت کی کمی، کج اخلاقی، خواہش نفس کی فراوانی، عصبیت کے غلبہ، وسواس کی پیروی، ہدایت کی خلاف ورزی، خواب غفلت (کی مدہوشی) اور تکلف پسندی سے نیز باطل کو حق پر ترجیح دینے، گناہوں پر اصرار کرنے، معصیت کو حقیر اور اطاعت کو عظیم سمجھنے، دولت مندوں کے سے تفاخر، محتاجوں کی تحقیر اور اپنے زیر دستوں کی بری نگہداشت اور جو ہم سے بھلائی کرے اس کی ناشکری سے اور اس سے کہ ہم کسی ظالم کی مدد کریں اور مصیبت زدہ کو نظر انداز کریں یا اس چیز کا قصد کریں جس کا ہمیں حق نہیں یا دین میں بے جانے بوجھے دخل دیں۔

(صحیفہ کاملہ دعا نمبر ۸ سے اقتباس)

ISSN 2221-1659

QUARTERLY SOCIAL / RELIGIOUS RESEARCH JOURNAL

# NOOR-E-MARFAT

Vol # 9 Issue: 4 Continues Issue: 42

Oct - Dec 2018

NMT (Islamabad)

www.nmt.org.pk